# کیا انسان بندر تھا؟



﴿تصنیف لطیف﴾

حضرت علامہ الحافظ ابو الصالح حضور
فیض ملّت مُفسر اعظم پاکستان

مُفتی
**مُحمد فیض احمد اُویسی رضوی** نور اللہ مرقدہ

www.faizahmedowaisi.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

# کیا انسان بندر تھا؟

از

شمس المصنفین، فیضِ ملّت، مُفسرِ اعظم پاکستان، خلیفہ مفتی اعظم ہند

حضرت علامہ ابو الصالح مفتی **محمد فیض احمد اُویسی رضوی** محدث بہاولپوری نور اللہ مرقدہ

نوٹ: اگر اس کتاب میں کمپوزنگ کی کوئی بھی غلطی پائیں تو برائے کرم مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس پر مطلع کریں تاکہ اُس غلطی کی تصحیح کرلی جائے۔ (شکریہ)

admin@faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

امابعد! دورِ حاضرہ میں سائنس کی ترقی نے حیران کن کرشمے دکھائے ہیں جسے ہر انسان مشاہدہ کر کے تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا لیکن حیرت یہ ہے کہ بعض چوٹی کے سائنسدانوں کے بعض نظریات اتنے گھڑے ہوئے (مَن گھڑت) ہیں جنہیں تسلیم کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ ان میں ایک نظریہ ڈارون (Darwin) صاحب کا ہے جو کہتا ہے کہ انسان بندر کی ترقی یافتہ شکل ہے، گویا یہ انسان ہزاروں کے طویل عرصہ میں بندر سے مختلف ارتقائی مراحل (Evolutionary stages) و منازل سے گزرتا ہوا انسان کے روپ میں ڈھل گیا اور اس طرح ہم سب بندر کی اولاد ہیں۔ (معاذاللّٰہ)

اس لیے کہنا پڑتا ہے کہ اس غلط اور نہایت ہی گھڑے ہوئے نظریئے کو بڑے بڑے دانشور کہلانے والے نہ صرف صحیح مانتے ہیں بلکہ اس پر زور دار دلائل قائم کرتے ہیں۔ بھولا بھالا مسلمان ایسے دانشوروں کے دوسرے کارنامے دیکھ کر سمجھتا ہے کہ ممکن ہے انسان بندر کی اولاد ہو کیونکہ یہ وہ دانشور کہہ رہے ہیں جنہوں نے زمین و آسمان کے قلابے ملا کر رکھ دیئے (یعنی بہت بڑے کارنامے دکھائے) اور آنکھوں دیکھے حال ہیں کہ یہ لوگ ہتھیلیوں پر جو سرسوں جمارہے (یعنی بڑے مشکل کام بآسانی کر رہے) ہیں تو یہ انسان بندر کی اولاد ثابت کرنے میں حق بجانب ہوں تو فقیر اُویسی غفرلہٗ اہلِ اسلام سے خصوصاً بندر کی اولاد بننے کے شائقین کو عموماً عرض کرتا ہے کہ ڈارون کا یہ نظریہ سراسر غلط اُمور پر مبنی ہے اور نہ صرف قرآنی تصریحات، احادیثِ مبارکہ کے ارشادات بلکہ دیومالاون اور آسمانی کتب کی روشنی میں بھی بلکہ ڈارون کے ہمنوا بلکہ بڑھ کر سائنسدان اور دانشوروں کے نظریات سے بھی غلط ہے۔

**لوہا لوہے کو کاٹتا ہے:** قبل اِس کے کہ فقیر اُویسی غفرلہٗ قرآنِ مجید کی آیات و احادیثِ مبارکہ کی تصریحات عرض کرے، ڈارون کی برادری (سائنسدانوں) کے اقوال پیش کرتا ہے اس لئے کہ ہمارے بعض بے وقوف ایسے بھی ہیں جو زبان سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ پر ایمان ہے لیکن ان کے دل پر مغربیت کا غلبہ ہے اسی لئے وہ بجائے قرآنِ مجید و احادیثِ مبارکہ کے ارشادات کے سائنسدانوں کے اقوال سے زیادہ اطمینان و تسلی پاتے ہیں۔

رابرٹ گریوز (Robert Graves) اپنی کتاب "The Greek Myths" میں لکھتا ہے:

"But the first man was Pelasgus, ancestor of Pelasgians; he sprang from the soil of Arcadia." (1)

**ترجمہ:** لیکن پہلا آدمی پلاسجین (یاپلاسگس تھا) جو پلاسجین نسل کا جدِامجد تھا وہ آرکیڈیا کی مٹی سے پیدا ہوا تھا۔ (یہودی النسل خود کو پلاسجین نسل کا وارث سمجھتے ہیں)

---

1) The Greek Myths by Robert Graves, The Pelasgian Creation Myth, page 19

**فائدہ:** رابرٹ گریوز کی صریح اور صاف عبارت سے وہی ثابت ہوا جو ہم مسلمان کہتے ہیں انسان کا مادہ (ڈھانچہ) مٹی کا ہے اور اس میں روح منجانب اللہ نصیب ہوئی تو اشرف المخلوقات کا لقب پایا بلکہ خود اسے اللہ تعالیٰ نے-**احسن تقیوم** (بہترین صورت) سے نواز کر "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ "[2] کا تاج پہنایا۔ افسوس ہے ڈارون کے عُشاق پر جنہیں **احسن تقیوم** جیسی اعلیٰ اور حَسین قبا ناپسند ہے اور بندر پوستین (بندر کی کھال کو) گلے لگانے کو فخر محسوس کر رہے ہیں۔

**یونانی دانشور:** دانشورانِ یونان وہی کہتے ہیں جو ہم مسلمان کہتے ہیں چناچہ ان کی کتابوں میں تصریحات موجود ہیں کہ:

"یونانی حکماء کے نزدیک انسان زمین کی پیداوار ہے اور اس کا بہترین پھل ہے، خاص طور پر اٹیکا (انڈیانا کا ایک شہر) کی مٹی کا اور ان کے مطابق الکو لیمنس دینا کا پہلا انسان تھا لیکن چند دوسرے یونانی حکماء کے خیال میں اپاپٹس کے بیٹے پرامیتھیس دیوتا نے مٹی اور پانی سے انسان بنایا اور ایتھن دیوی نے اس میں روح پھونکی"۔[3]

قدیم لیداوالوں کی دیومالا کے مطابق بڑے فرشتے مائیکل نے جو اِدہ دیوتا، جو سب سے بڑا دیوتا مانا جاتا تھا، کے حکم عنایت کی۔[4]

(ملاحظہ فرمایئے رابرٹ کی کتاب "The Greek Myths" یہ عنوان اولمپیئن تخلیقی دیومالا ہے۔)

**آدمی کی کہانی:** گوتم داس کی بھی سنئے وہ کہتا ہے آج سے کوئی دوہزار سال قبل ایک آدمی غار میں بیٹھا تھا، غار میں مدھم سی روشنی تھی، اس کے سارے بدن پر بال ہی بال تھے۔ وہ جانوروں کی کھال پہنے تھا اس نے دنیا میں پہلی بار آرٹ کا نمونہ پیش کیا۔ یہ ایک بائزن (امریکی بیل) کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔

پتھر کے زمانے کے اس آرٹسٹ کو کوئی نہیں جانتا۔ اس نے غار کی دیوار کے نرم پتھر پر اتنے بڑے جانور کی تصویر کئی دنوں میں بنائی ہوگی پھر اس نے خاکے آوٹ لائن (outline) کے اندر کسی جانور کی تازہ چربی پھیلائی، اس کے بعد اس نے کسی جانور کی کھوکھلی ہڈی لی ہوگی اور اس کے ذریعے پھونک پھونک کر چربی کے اوپر رنگوں کا سفوف چھڑکا ہوگا۔ یہ پُرانی وضع (بناوٹ) کے رنگ تھے مینگنیز کا کالا سفوف (پوڈر) پیسا ہوا گیرو (لال مٹی) اور رنگ کا سفوف اس نے یہ رنگ اتنی احتیاط سے بنائے تھے کہ 1968ء میں اسپین میں جب یہ تصویر دریافت کی گئی تو یوں لگتا تھا کہ جیسے ابھی ابھی بنائی گئی ہے۔ یہ فنکار بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ صحیح معنی میں یہی دنیا کے سب سے پہلے انسانوں میں سے تھا۔

---

2) بنی اسراء: 70/17

3 ) The Greek Myths, The Five Ages of Man, Page 23-24

4 ) The Greek Myths, The Olympican Creation Myth, Page 21

یہ پتھر کے پُرانے دور کا انسان تھا اس نے بھالے اور نیزے بنانا سیکھ لیا تھا۔اِن کی مدد سے وہ جانوروں کا شکار کرتا اور اس طرح اپنے لئے خوراک اور لباس حاصل کرتا تھا۔اس نے چُقماق [5] سے ہتھیار اور اوزار بنانا بھی سیکھ لیا تھا۔اسے ہار بنانا اور پتھر تراشنا بھی آگیا تھا۔پتھر کے زمانے کا آدمی سوچتا بھی تھا کہ اس سے بڑھ کر یہ بات کہ اس نے زندہ رہنے کے گُر جان لئے تھے اور تقریباً پندرہ سوسال قبل انسان کی اولاد تقریباً ایسی ہی تھی جیسے آج کے زمانے میں پائی جانے والی انسانی نسلیں ہیں۔

پتھر کے زمانے سے لاکھوں سال پہلے بھی آدمی موجود تھے لیکن وہ اتنے عقلمند نہیں تھے کہ اپنے آپ کو زندہ سلامت رکھ سکتے۔

**تبصرہ اُویسی غفرلہٗ:** یہ وہی ڈارونی نظریہ ہے جسے بیان کرنے والے اپنی قیاس آرائیاں(speculation) کرتے ہیں حقیقی آدم تو وہی ہے جو اولادِ آدم علیہ السلام سے ہے اس سے سوائے جنات کے کوئی نہ تھا اور یہ لوگ اسلام کے خلاف باتیں بناتے رہیں، حق وہی ہے جو اسلامی نظریہ ہے۔

**بائبل کی تصدیق:** اہلِ کتاب (نصاریٰ) کی مقدس آسمانی کتاب میں پ 2، آیت 7 پیدائش میں ہے کہ:

"اور خداوند نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنانا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا تو انسان جیتی جان ہوا"۔

**تبصرہ اُویسی غفرلہٗ:** جو کچھ بائبل میں ہے وہی قرآن مجید میں ہے۔ہم قرآنِ مجید کا دامن چھوڑ کر عقلی اور قیاسی ڈھکوسلوں کو نہیں مان سکتے۔

## ڈارون کی لاف گذاف

**انسان:** انیسویں صدی کے نصف آخر میں برطانوی سائنسدان چارلس ڈارون نے یہ انکشاف کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا کہ انسان بندر کے خاندان سے ہے اور شروع میں بندروں کی طرح درختوں پر رہتا تھا۔لاکھوں سال بعد، ارتقائی منازل طے کر کے وہ انسان بنا۔ڈارون کے اس نظریئے کی اکثر ماہرین علم الانسان نے تائید کی ہے۔نیز ایشیا، افریقہ اور یورپ میں قدیم انسان کے جو آثار ملے ہیں ان سے ڈارون کے دعویٰ کی توثیق ہوتی ہے۔

**انسان اور بندر کئی باتوں میں مماثلت رکھتے ہیں:** انسان اور بندر کئی باتوں میں مماثلت رکھتے ہیں، انسان کی طرح بندر بھی سیدھا(استارہ) چل سکتا ہے، جن امراض کا شکار انسان ہوتا ہے بندر بھی تقریباً ان سب عوارض(بیماریاں) میں مبتلا ہوتا ہے۔نیز انسان کے بعد بندر ہی عام جانوروں میں سے زیادہ عقلمند ہے، وہ اپنے دماغ سے سوچتا ہے، ایک خاص عدد تک گنتی بھی گن

---

[5] ایک قسم کا سخت پتھر

سکتا ہے، کھیلنے کے لئے طرح طرح کے طریقے ایجاد کرلیتا ہے۔ سب سے تعجب خیز بات یہ ہے کہ انسان اور بندر کا استخوانی (ہڈی کا) ڈھانچہ بالکل ایک سا ہے۔ بندر کے ڈھانچے میں اتنی ہڈیاں ہوتی ہے جتنی انسان کے ڈھانچے میں حتیٰ کہ دانتوں کی تعداد بھی دونوں کی یکساں ہوتی ہیں۔ (انسئیکلوپیڈیا)

**مفروضے ھی مفروضے:** انسان کب وجود میں آیا؟ 1961ء تک اس مفروضہ "(فرضی یقین) کی چھاپ لگ چکی تھی کہ دنیا کا قدیم انسان جاواکا "Pithecanthropus" تھا۔ اس کی ہڈیاں انیسویں صدی میں جاواکا میں دریافت ہوئی تھیں اور ان کی قدامت کا اندازہ اس سال کو لگایا گیا تھا۔ اسے سائنس دانوں نے "جاوامین" کا نام دیا لیکن 1961ء سے 1970ء کے اوائل تک جو دریافتیں ہوئیں ان سے سائنس دانوں کا یہ نظریہ یکسر غلط ثابت ہوا اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ بوذغا آدمی جو پتھر کے اوزار بناتے تھے اور بڑے جانوروں کا شکار کرتے تھے چھبیس لاکھ سال پہلے وجود میں آچکے تھے اور جاوامین انہیں مشرق افریقہ کا لائق آدمی "Honorabilis" دینا کا قدیم آدمی ہے۔

**انسان کا ابتدائی حولا:** لائق آدمی کے آثار ابھی تک صرف مشرقی افریقہ میں ملے ہیں اور اسی سے ماہرین علم الانسان نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ انسان کا ابتدائی حولا و مسکن مشرق افریقہ تھا۔ تاہم اس بندر نما آدمی جو غالباً موجودہ انسان کا جد اعلیٰ تھا، کے مُحجّرات (Fossils) [6] شمار ہند اور پاکستان کے علاقے پوٹھوہار (شوالک کی پہاڑیوں) میں بھی دریافت ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں مشرق اوسط، جاوا، ویت نام الاوس اور مین میں ایسی انسانی ہڈیاں ملی ہیں جن کے متعلق گمان غالب ہے کہ یہ پیکنگ مین اور دیگر بوزنہ نما انسانوں کی ہیں۔ یورپ کے بعض ملکوں (ہنگری، چیکوسلاویہ اور مغربی جرمنی) میں بھی کھدائی کے دوران اسی قسم کی ہڈیاں ملی ہیں۔

ڈارون کے خیال کے مطابق انسان بھی مُخالفَہ (اس کے مخالف) اس طرح پیدا نہیں ہوا تھا جس طرح آج دنیا میں نظر آتا ہے بلکہ اسی نے بندر سے بذاتِ خود دیگر اَنْوَاع (نوعیتوں) سے ترقی کرکے بُوزْنہ (بندر نما) بنا ہے، موجودہ ہیت اختیار کی ہے۔ حیاتیات کے ماہرین نے ڈارون کے نظریات کو درست تسلیم کرلیا ہے اور یہ مان لیا ہے کہ کرّہِ ارض پر نباتات، حیوانات ظہور اور بحری اور بَری جانداروں کا تمام سلسلۂ تخلیق بتقاضائے اصلح اور ارتقاء کے اُصولوں سے دوچار رہا ہے۔ (انسائیکوپیڈیا)

**خلاصہ:** بقول سائنسدان حضراتِ انسان ساٹھ ہزار سال سے زمین پر قائم اور موجود ہے۔ تاریخ انسانی کے دو دور ہیں۔ دورِ اوّل قبل از تاریخ انسانیت، دوسرا دَور آج سے چھ سات ہزار سال اجتلاف دورِ اوّل کے متعلق ہے، دوسرے دَور میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ اسی دور سے حضرت آدم علیہ السلام کی زمین پر تشریف آوری ہوئی۔

---

[6] قدیم درخت یا جانور وغیرہ کے آثار جو پتھر میں تبدیل ہوگئے ہوں، فوصل۔

**ڈارون کے مؤیدین:** ڈارون کا نظریہ بہت بڑے بڑے دانشوروں نے قبول کر رکھا ہے اور اس کی تائید میں بڑی بڑی تصانیف شائع کرتے ہیں اور اخبارات میں بیانات دیتے ہیں۔ بعض بھولے بھالے مسلمان ان کی تحریروں سے متاثر ہوتے ہیں حالانکہ ان پر بحیثیت مسلمان غور و فکر کیا جائے تو مسلمان کو وہ تحریریں لاف و گزاف محسوس ہوں گی۔ فقیر ایک پمفلٹ کا ایک مضمون متعلق بہ انسان عرض کرتا ہے اسے غور سے پڑھئے تاکہ یقین ہو کہ بندر کی اولاد بننے والے شائقین کیسی بے پَر کی اُڑاتے ہیں اور ان کے دلائل اور قیاسات بجائے قبول کرنے کے مضحکہ خیز ہیں۔

مصنف کا نام "رشید قریشی" پمفلٹ کا نام ہے "آدمی" یہ پمفلٹ چھوٹے سائز میں اَسّی (80) صفحہ پر مشتمل ہے اُردو بک اسٹال امرتسر (بھارت) میں شائع ہوا۔

**نظریہ ڈارون کی تفصیل:** مصنفِ ''آدمی'' نے بھی وہی لکھا جو ڈارون کا نظریہ ہے وہ لکھتا ہے: "زمین کے ایسے پنجر برآمد کئے گئے جن کے ملاحظہ سے انسان سے پہلے کے بن مانسوں (the apes) کے جسم قد اور شکل و صورت کا اندازہ لگ سکتا ہے۔ ماہرینِ وقت کا اندازہ چٹانوں کی تہ سے لگاتے ہیں اور جس چٹان غار کے نیچے کوئی پنجر یا رنگ کی برآمد ہوتی ہے وہ اس کی تہوں کا حساب کر کے کہہ دیتے ہیں کہ یہ پنجر اتنے ہزار برس پہلے کا ہے۔ (آدمی، صفحہ 3)

**انتباہ:** مصنّف کا اس اعتراف کا نہ بھولنا وہ یہ کہ جتنے ہی ڈارون نظریات ہیں سب عقلی ڈھکوسل ہیں اور قیاس آرائیاں ہیں اور پھر یہ اعتراف کرتا ہے کہ: بہت سے لوگوں کو مذہب اور سائنس کی معلومات میں تضاد نظر آئے گا جہاں تک مسئلہ کی تاریخی اہمیت کا تعلق ہے ہمیں اس بحث سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے مگر پھر بھی ہم اِس نکتہ کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہب اور سائنس کی معلومات میں اس قسم کا کوئی تضاد نہیں۔ مذہب انسان کی داخلی زندگی سے بحث کرتا ہے اور اس کی روحانی اور جسمانی ترقی کا انتظام کر کے اِسے تہذیب اور انتہائی بلندیوں پر لے جانا چاہتا ہے اور سائنس نے انسانیت کے جنم اور اس سے پہلے کی زندگی کا علم بہم پہنچایا ہے یا یوں سمجھئے کہ سائنس نے انسانیت کے ماضی کی کہانی کا کھوج لگانے کی کوشش کی ہے اور مذہب نے اسے مستقبل کی ترقی کا راستہ بتایا ہے۔ مذہب سائنس کا مخالف نہیں صرف یہ ہے کہ مذہب نے زندگی کی تاریخ وہاں سے شروع کی ہے جب وہ انسانیت کے مقام پر پہنچ چکی تھی اس سے پہلے کہ مدارج کے بارے میں اگر اسے کبھی ذکر بھی کیا ہے تو محض دھندلے اور مبہم طریقے سے، جن سے اصلی تہہ تک پہنچانا مقصود تھا۔

مذہب انسان کی موجودہ شکل و صورت کا ذکر کرتا ہے۔ انسان کی پیدائش اور مختلف زمانوں کے حالات پر روشنی ڈالتا ہے، ہمیں اپنے فرائض اور زندگی کے مقصد سے آگاہ کرتا ہے، مزہب ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم اپنے پیدا کرنے والے (اللہ) کی اطاعت اور عزت کریں اور دوسرے انسانوں کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کریں۔

سائنسدان اس زمانے کے حالات کا پتہ چلانا چاہتے ہیں جب آدمی بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس لحاظ سے ان کا یہ کہنا کہ شروع شروع میں زمین اور پودے ظاہر ہوئے ایک حد تک درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہماری مزہبی کتب میں بھی اس مسئلہ پر تھوڑی بہت روشنی ڈالی گئی ہے، مثلاً حضرتِ آدم یا شیو جی کے پیدا ہونے سے پہلے زمین پر پانی، پودے، اناج، چرند، پرند وغیرہ موجود تھے، سائنس دان صرف اس بات کا کھوج لگا رہے تھے کہ حیوانات، پرندوں اور نباتات کی کب اور کیسے پیدائش ہوئی؟

در حقیقت مذہب کو انسانیت سے پہلے کے مدارج سے براہِ راست کوئی سروکار نہیں، کیونکہ اس کا مقصد انسان کو ترقی کی منازل سے گذار کر ایک بہتر مستقبل سے روشناس کرانا ہے۔ ابتدائی انسان سے لے کر آج کل کے انسان کی شکل وصورت، قد، عادات، لباس، خوراک اور رہنے سہنے کے طریقوں میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں اِن سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آدمی نے بتدریج (progressive) ترقی کی ہے۔

اس سلسلہ میں جو جو انکشافات ہوئے ہیں ان میں چند کا ذکر مختصر طور پر کیا جاتا ہے، ان کی روشنی میں قدیم زمانہ میں آدمی کی مختلف حالتوں کا اندازہ لگ سکتا ہے مگر ہمیں یہ بات اپنے ذہین میں رکھنی چاہیے کہ زمین کا علم جاننے والوں اور مشہور ماہرین سائنس دان نے اپنے تجربات کی روشنی میں جو تھوڑی بہت واقفیت بہم پہنچائی ہے اس کے مآخذ (اصل یا وجہ) وہ پنجر، ہڈیاں اور اوزار ہیں جو مختلف مقامات کی کھدائی کرنے سے یا اتفاقیہ طور پر کسی پہاڑ یا دریا سے مل گئے ہیں۔ اس قسم کی کھوج یورپ کے مختلف ممالک میں کی گئی ہے۔ اگر اس سلسلہ کو جاری رکھا گیا تو ممکن ہے کہ ایشیاء اور افریقہ سے بھی بہت کچھ دستیاب ہو سکے اور یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ آئندہ کے انکشافات اور کھوج سے آدمی کی تاریخ کے تعلق میں چند اور باتیں بھی معلوم ہو سکیں۔

"جاوا" میں ایک جگہ زمین میں دفن شدہ ایک کھوپڑی کا اوپر والا حصہ جبڑے کی ہڈی اور چند دانت ملے ہیں۔ یہ ہڈیاں ایک ایسے جانور کی ہڈیاں معلوم ہوتی ہیں جس کا مغز بندر کے مغز سے کچھ بڑا تھا، جو پیروں پر کھڑا ہو سکتا تھا اور دَور بھی سکتا تھا، وہ اپنے ہاتھوں سے کام بھی لے سکتا تھا۔ اس انسان نما جانور کی پیدائش کا زمانہ مسیح کی پیدائش کے کوئی تین لاکھ برس پہلے کا تعین کیا گیا ہے۔ اِس انسان نما جانور میں آدمی کی عادات اور خصلتیں بہت کم تھیں۔ اسے جاوا کے ادنی انسان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

اسی طرح جرمنی کے ایک علاقہ "ہائیڈل برگ" (Heideblerg) کے قریب اَسی (80) فٹ کی گہرائی پر جبڑے کی ایک ہڈی ملی ہے، اس کے دانت ایسے ہیں جن کی مثال عام جانوروں میں نہیں ملتے، وہ دانت آدمی کے دانتوں سے بہت زیادہ مشابہ ہیں ایسے جبڑے والے جانوروں کا زمانہ دولاکھ برس قبل مسیح قرار دیا گیا ہے۔ اس میں ایک انسانی مشابہت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس ڈھانچے کے ہمراہ پتھر کے بہت سے اوزار بھی ملے ہیں، یہ اِن اوزاروں جو جاوا کے انسان نما جانور استعمال کرتے تھے، سے زیادہ اچھے تھے لیکن بہت بڑے ہونے کی وجہ سے موجودہ زمانے میں استعمال نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد انگلستان کے علاقہ "سیکسیس" کے مقام "پلیٹ ڈاون" میں ایک پنجر دستیاب ہوا ہے اس سے بھی ایک ایسے انسان نما جانور کے آثار ملتے ہیں جس کی عمر مسیح سے ایک لاکھ برس قبل مقرر کی گئی ہے اور

بھی کئی جگہ دریاؤں کے نزدیک ایسی ہڈیاں پائی گئی ہیں ان کے ساتھ ہی پتھر کے بعض اوزار بھی ملے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جانور نماانسانوں نے اتنی ترقی کرلی تھی کہ وہ اپنے ہاتھ کی مدد سے پتھر توڑکر اور رگڑرگڑ کر اوزار بناسکتے تھے یقیناً ایسے اوزاران کے لئے بہت مفید ہوں گے کیونکہ ان کی مدد سے وہ جانوروں کو مار سکتے تھے۔

اس زمانے کے بعد تیزی سے ترقی ہونے لگی۔ آثارِ قدیمہ کے ماہرین نے قدیم آلات غاروں اور دوسرے سامان کے مطالعہ سے کئی انکشافات کئے ہیں۔ اس زمانہ میں قدیم انسان، حیوان کم اور انسان زیادہ نظر آرہاہے اس کی کھوپڑی اور ہڈیوں کی ساخت بالکل جانوروں جیسی ہے۔ اس کی زندگی غاروں سے شروع ہوئی ہے اور اپنے بچے کُچے آثار وہاں چھوڑکر تہذیب کی منزلیں طے کرتا ہے۔ ایسے انسان کی تاریخ آج سے پچاس ہزار برس پہلے کے قریب مقرر کی گئی ہے۔ اس قدیم آدمی کی شکل وسباہت آج کے انسان سے پوری نہیں ملتی کچھ تھوڑاسافرق ہے۔ اس کے انگوٹھے آج کے انسان سے مختلف تھے، کمر قدرے آگے کی طرف جھکی ہوئی تھی، تھوڑی نہیں تھی اور غالباً بات چیت بھی نہیں کر سکتا تھا مگر موجودہ انسان سے بہت زیادہ مضبوط تھا اسی قدیم آدمی کو "نیئے نڈر تل"(Neanderthal) کے آدمی سے موسوم کیا گیاہے۔

اس زمانہ میں اس میں یہ خاص صفت پیدا ہو چکی تھی کہ وہ لکڑی کے اوزار بھی بنا سکتا تھا اور پتھروں کے اوزاروں کو بھی استعمال کر رہا تھا۔ موسم کی سختیوں سے بچنے کے لئے اس نے غاروں میں رہنا شروع کر دیا تھا کئی جگہوں پر زمین کے نیچے سے بجھی ہوئی آگ کے نشان بھی ملے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی انسان نے آگ کی دریافت بھی کرلی تھی، اس کی مدد سے وہ اپنے آپ کو سردی سے بچاتا تھا، جانوروں کا گوشت بھون کر کھاتا تھا۔ ان آدمیوں کے پنجروں(ڈھانچوں) کے قریب ہی بڑے بڑے جانوروں کی ہڈیاں ملی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان معمولی اوزاروں کی مدد سے اتنے بڑے بڑے قد آور جانو اس نے کیسے مارے ہوں گے، خیال کیا جاتا ہے کہ اس مقصد کے لئے یہ لوگ جانوروں کو چاروں طرف سے گھیر لیتے تھے اور ان کے گرد آگ جلا کر ان کے باہر کا راستہ بند کر دیتے تھے اور پھر آسانی کے ساتھ انہیں چیر پھاڑ کر کھاجاتے تھے۔

بعض اوقات جب کبھی کوئی بڑا جانور برف یا دلدل میں پھنس جاتا تو وہ اسے وہیں مار دیتے۔ بعض مقامات پر کھدائی سے ایسی خندقیں بھی دریافت ہوئیں ہیں جو محض اسی غرض سے بنائی گئیں ہیں۔ اس زمانے کے آدمیوں کی خوراک جانوروں کا گوشت ہی تھا اور یہ لوگ کئی دنوں تک جانوروں کو مار کر ان کا گوشت کھاتے رہتے تھے۔ چَقْماق(magnet) سے آگ جلاتے تھے اور اسے بطور ایک اوزار بھی استعمال کرتے تھے۔ جانوروں کی کھال اپنے جسم پر لپیٹ لیتے تھے، عورتوں کا لباس بھی یہی کھالیں تھیں۔

یہ لوگ گروہوں میں رہتے تھے، جانوروں کا گوشت بہت فائدہ مند تھا جس سے طاقت حاصل کرنے کے علاوہ موسم کی سختیاں بھی برداشت کرسکتے تھے لیکن ایسے جانور جنگلوں کے بجائے میدانوں کی طرف زیادہ تھے۔ اِن لوگوں نے جانورں کا پیچھا کیا اور

اپنے اصلی مقام جنگل کو چھوڑ کر میدان کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ مختلف میدانوں میں ان لوگوں کی زندگی کے کئی آثار، بجھی ہوئی آگ، راکھ اور ہڈیوں کی شکل میں ملتے ہیں۔

دراصل ابتدائی انسان کی زندگی ایک شکاری کی مانند تھی جس کا کام صرف جانوروں کو مارنا اور ان کے گوشت کو بطورِ خوراک استعمال کرنا تھا۔ موجودہ زمانے کے شکاری کو بڑے بڑے جانور کا شکار کرنے میں کوئی دِقت پیش نہیں آتی کیونکہ اس کے پاس تلوار، بندوق اور دیگر قسم کے کئی ہتھیار موجود ہیں مگر ابتدائی انسان کے پاس سوائے ایک چاقو اور پتھر کے برچھے کے اور کوئی ہتھیار نہ تھا مگر پھر بھی وہ تمام جانوروں کا شکار کر سکتا تھا، اگر آپس میں مل جل کر رہنے کی عادت نہ پیدا ہوتی تو اس کی نسل کب کی تباہ اور برباد ہو کر دنیا سے مٹ چکی ہوتی۔ اگر آج بھی ایک آدمی کو جنگل میں اکیلے چھوڑ دیا جائے تو وہ بے بس اور لاچار نظر آتا ہے وہ اپنے آپ کو جنگلی جانوروں اور موذی جانوروں سے بچا کر اگر کچھ دیر کے لئے زندہ رہ بھی سکے تو اس میں جانوروں جیسی عادات پیدا ہو جاتی ہیں۔

اِن قدیم انسانوں میں انسانیت اُسی وقت پیدا ہوئی جب وہ اکٹھے رہنے لگے، اکٹھے شکار کرنے لگے اور مل جل کر اپنے اوزار بنانے لگے۔ پورا گروہ مل کر شکار کھیلتا اور کئی جانوروں کو مار کر کافی دنوں کے لئے خوراک جمع کر لیتا۔ عموماً یہ لوگ صحراؤں کے نزدیک اپنے ڈیرے ڈالتے تھے تاکہ دریا کا پانی انہیں آسانی سے مل سکے۔ اِن میں عقل کا کچھ مادہ بھی پیدا ہو رہا تھا، بوڑھے اور تجربہ کار آدمی اپنے بچوں کو اوزار بنانے کا طریقہ بتاتے تھے اور اپنے کنبے کے سردار کے فرائض بھی نبھاتے تھے۔ اس قدیم انسان کے لئے جانوروں کا شکار کرنا تو آسان تھا مگر اِسے اس بات کی بھی ضرورت تھی کہ وہ کسی خاص وقت کے لئے اپنی خوراک جمع رکھ سکے کیونکہ زیادہ سردی کے دنوں میں یا برفانی موسم میں اس کے لئے شکار کرنا مشکل تھا، وہ آسانی سے خوراک بھی جمع کر سکتا تھا مگر اِسے محفوظ رکھنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ پھر اس کے لئے یہ مصیبت تھی کہ جب ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے تو خوراک کے ذخیرے کو اپنے ساتھ اُٹھاتا پھرے۔ اس لئے اس نے ایک جگہ پر قائم رہنے کا فیصلہ کیا۔ پہلے وہ درختوں پر ہی اپنا وقت گزارتا تھا کیونکہ اسے جانوروں کا خوف رہتا تھا مگر اب جبکہ اس نے ان جنگلی جانوروں پر قابو پالیا تھا اس کو کسی سے ڈر اور خوف نہیں لگتا تھا اس کا سب سے بڑا دشمن جاڑا(سردی کا موسم) تھا اور اس سے بچنے کے لئے کسی ایسی جگہ کی ضرورت تھی جہاں سردی اپنا اثر جما نہ سکے۔

اب وہ وقت آیا جب آدمی نے اپنے رہنے کے لئے جگہ تلاش کرنا شروع کی۔ وہ کسی غار کے دروازہ پر جانوروں کی کھالیں یا درخت کی شاخوں کو لٹکا دیتا اس کے اندر وہ بارش، ہوا اور برف سے محفوظ رہتا، غار میں وہ آگ جلا لیتا جو روشنی اور حرارت کا کام دیتی۔ بعض قدیم غاروں سے انسانی پنجرے(ڈھانچے) بھی ملے ہیں جن سے اس زمانہ کے لوگوں کا غاروں میں رہنا ثابت ہوتا ہے۔

**فیصلہ:** مذکورہ بالا طویل داستان نہ قرآن ہے نہ حدیث ہے بلکہ عقلی ڈھکوسلے(دھوکے) ہیں جن کا اِنہیں خود اعتراف ہے۔ چنانچہ اِسی برادری کا ایک صاحبِ مصنّف رسالہ "آدمی" لکھتا ہے کہ زندگی اوّل اوّل سمندر کی سطح پر کاہی کی شکل میں نمودار ہوئی وقت کے ساتھ ساتھ اس بیج نے کروڑوں شکلیں اختیار کیں تب کہیں جا کر پہلے آدمی کی پیدائش ہوئی۔

سائنسدان مختلف جوابات اور خارجی شہادتوں کی بناء پر قیاس آرائیاں کر رہے ہیں ان کے پاس کوئی فیصلہ کن شہادت اور آخری ثبوت نہیں کہ قدیم زمانے میں زندگی کن کن مراحل سے گزری، وہ تاریکی میں ٹھوکریں کھارہے ہیں۔(آدمی، صفحہ 29)

**عجوبہ:** مصنف مذکورہ بالا اقرار کرکے پھر بھی اپنی بات کرتا ہے کہ اس کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انسانیت زندگی کی ارتقائی شدہ شکل ہے۔(آدمی، صفحہ 29)

اس کے بعد ارتقائی شکل وہی ثابت ہوئی جو تقریباًڈارون کا نظریہ ہے۔

**فقیر اُویسی غفرلہٗ کی گزارش:** آدمی بندر تھا اس کے دلائل اوپر مذکور ہوئے جسے خود دلائل لکھنے والے اپنارَد کرتے جا رہے ہیں کہ زمین پر ڈھانچے دیکھ کر اس سے اندازہ کیا کہ یہ آدمی کے ڈھانچے ہیں اور یہ کئی سال بندر تھا اسی لئے کہ اس کے ڈھانچے بندر سے ملتے جلتے ہیں۔لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

یہ کیسے یقین ہوا کہ یہ ہڈیاں واقعی انسان کی ہیں پھر کوئی ضروری ہے کہ ایک شے دوسری شے سے مشابہت ہو تو واقعی وہ شے اپنی حقیقت میں وہی ہو، یہ عجیب منطق ہے۔

حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک نسل دوسری کا روپ دھارے، ہر ذی حیات کی اپنی مخصوص بناوٹ ہے۔ اندرونی اور بیرونی کوئی جانور دوسرے کے روپ میں نہیں ڈھل سکتا، ہاں کبھی کبھی اپنی ہی نسل میں تذکیر و تانیث میں تبدیلی آجاتی ہے جیسے کہ لڑکا لڑکی بن جائے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی لڑکا بکرا بن جائے یا کوئی لڑکی بکری یا دونوں بندر بندریا میں تبدیل ہو جائیں۔

ویسے بھی تو یہ عقل میں نہیں آتی کہ بندر انسان بن سکتا ہے، دیکھئے بڑی بطخیں اور ہنس راج آپس میں کتنے ملتے جلتے ہیں لیکن کسی نے یہ کبھی نہیں سنا یا پڑھا ہو گا کہ فلاں صدی قبل مسیح میں پائی جانے والی بطخ فلاں صدی عیسوی میں ہنس راج بن گئی، فلاں صدی میں پائی جانے والی چڑیا فلاں سال بلبل کے روپ میں آگئی، حالانکہ دونوں کی جسامت تقریباً ایک جیسی ہوتی ہے۔

اب اگر کوئی بطخ ہزاروں سال گزرنے کے بعد ہنس راج نہیں بن سکتی سینکڑوں سالوں میں اگر کوئی چڑیا بلبل نہیں بن سکی تو جناب یہ بندر انسان کے روپ میں کیسے آگئے؟ صرف عادات و جسامت و بعض اعضائے جسم کی حیرت ناک حد تک مشابہت و مماثلت اس بات کا ثبوت نہیں کہ کوئی ایک نسل دوسری نسل میں ڈھل سکتی ہے۔ باز بھی شکاری پرندہ ہے اور عقاب بھی دونوں کی عادتیں بھی تقریباً ایک سی ہیں لیکن باز بھی سینکڑوں سال گزر جانے کے بعد بھی اسی شکل میں موجود ہے جس صورت میں لوگوں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا اور عقاب بھی۔

جہاں تک دودھ پینے والے جانوروں(mammals)، چرندوں، پرندوں اور درندوں کا تعلق ہے وہ بھی اپنی نسل نہیں بدل سکے، اگر ایسا ممکن ہوتا تو گدھے کب کے گھوڑے بن چکے ہوتے، چیتے شیر اور شیر ببر شیر کے روپ میں ڈھل چکے ہوتے، کیونکہ عادات وخصائل(عادت) اور شکل و شباہت، جسامت اور اعضائے جسم کی مشابہت(resemblance) کے لحاظ سے اتنی مشابہت و مماثلت(similarity)

رکھتے ہیں ان کا آپس میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ جتنا کہ بندر اور انسان میں ہے۔ مگر ایسا ہوا کوئی گدھا گھوڑا بن سکا، کوئی چیتا شیر اور کوئی شیر ببر شیر نہیں بن سکا۔

اگر یہ سب کچھ دیگر جانوروں کے سلسلے میں نہیں ہو سکتا تو بندر کے سلسلے میں اتنی رحم دلی کیوں؟ وہ کیسے انسان بن سکتا ہے؟ بندر کو انسان کا جدِ امجد کہنے والوں کو ذرا بندر کی اولاد تو کہہ کر پکاریئے ڈنڈا لے کر آپ کے پیچھے نہ بھاگ پڑیں تو پھر کہیے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ بھی کم از کم لاشعوری طور پر خود کو بندر کی نسل تسلیم نہیں کرتے ان کے لاشعور نے انہیں بندر کی نسل مانا اس کے باوجود بھی وہ لوگ اپنی اس ضد پر اڑے رہیں گے کہ انسان بندر کی اولاد ہے۔ فقیر کو یقین ہے کہ مسلمان کے لئے قرآن وحدیث سے بڑھ کر کوئی شے بہتر نہیں ہو سکتی۔ فقیر چند آیات واحادیث سپردِ قلم کرتا ہے جس سے معمولی سے معمولی اشارہ بھی نہیں ملتا کہ انسان بندر تھا۔

## آیاتِ قرآن

اب مجھے حق ہے کہ میں مسلمانوں کو باور کراؤں کہ ہمارے سچے قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں تخلیقِ انسان کا ذکر فرمایا گیا ہے اس میں کہیں بھی معمولی سے معمولی اشارہ بھی نہیں ملتا کہ جس میں پتہ چلتا ہو کہ انسان بندر کی اولاد ہے۔ اگر کسی کو ذاتی شوق ہو تو بے شک بندر کی اولاد بنتا پھرے کیونکہ شوقین آدمی کا جب تک شوق پورا نہ ہو وہ بے قرار رہتا ہے ورنہ قرآنِ مجید یوں فرماتا ہے:

وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ o ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ o ثُمَّ سَوّٰهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ۔ [7]

ترجمہ کنز الایمان: اور پیدائش انسان کی ابتدا مٹی سے فرمائی، پھر اس کی نسل رکھی ایک بے قدر پانی کے خلاصہ سے، پھر اسے ٹھیک کیا اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی۔

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس نے انکار کیا اور بولا: قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا o [8]

ترجمہ کنز الایمان: بولا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا۔

دوسری جگہ آتا ہے کہ شیطان نے کہا: خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ o [9]

ترجمہ کنز الایمان: تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔

---

[7] السجدة: 32/7 تا 9

[8] بنی اسرائیل: 17/61

[9] الاعراف: 7/12

سورہ رحمٰن میں آتا ہے: خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ ۝ (10)

ترجمہ کنزالایمان: اس نے آدمی کو بنایا بجتی مٹی سے جیسے ٹھیکری۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ (11)

ترجمہ کنزالایمان: تو چاہیے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا، جَست کرتے (اُچھلتے) پانی سے، جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے۔

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ط (12)

ترجمہ کنزالایمان: اور کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے پانی کی بوند سے بنایا جبھی جھگڑالو ہے اور ہمارے لئے کہاوت کہتا ہے اور اپنی پیدائش بھول گیا۔

فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ط وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ج وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ط (13)

ترجمہ کنزالایمان: ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر پانی کو بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور بے بنی تاکہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں اور ہم ٹھہرائے رکھتے ہیں ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہیں ایک مقرر میعاد تک پھر تمہیں نکالتے ہیں بچہ پھر اس لئے کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں کوئی پہلے مر جاتا ہے اور کوئی سب میں نکمی عمر تک ڈال جاتا ہے کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔

**فائدہ:** اس آیت میں انسان کی تخلیق اور نشوونما پھر عمر کے آخری حصے تک کو تفصیلی طور پر بیان فرمایا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ (14)

ترجمہ کنزالایمان: اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے، جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار فرمایا، جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا۔

---

(10) الرحمن: 55/14

(11) الطارق: 86/5تا7

(12) یٰس: 36/77تا78

(13) الحج: 22/5

(14) الانفطار: 82/6تا8

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ o [15]

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھ اور دل دیئے کہ تم احسان مانو۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ o ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ o نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ
بِمَسْبُوْقِيْنَ o عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ o وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى
فَلَوْ لَا تَذَكَّرُوْنَ o [16]

ترجمہ کنزالایمان: تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو، کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں، ہم نے تم میں مرنا ٹھہرایا اور ہم اس سے ہارے نہیں کہ تم جیسے اور بدل دیں اور تمہاری صورتیں وہ کر دیں جس کی تمہیں خبر نہیں اور بیشک تم جان چکے ہو پہلی اٹھان پھر کیوں نہیں سوچتے۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ o ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ o لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ o
اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ o [17]

ترجمہ کنزالایمان: تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو، کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں، ہم چاہیں تو اسے روندن کر دیں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم چٹّی پری۔

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ o ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ o نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا
لِّلْمُقْوِيْنَ o فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ o [18]

ترجمہ کنزالایمان: تو بھلا بتاؤ وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو، کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے۔ ہم نے اِسے جہنم کا یادگار بنایا اور جنگل میں مسافروں کا فائدہ، تو اے محبوب تم پاکی بولو اپنے عظمت والے رب کے نام کی۔

---

[15] النحل: 78/16

[16] الواقعۃ: 58/56تا62

[17] الواقعۃ: 63/56تا66

[18] الواقعۃ: 71/56تا74

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ عُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝
اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا الَكُمْ وَكِیْلًا ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ
یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفاً مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ
عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ۝ [19]

ترجمہ کنزالایمان: اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے تو اس کے سوا جنہیں پوجتے ہیں سب گم ہو جاتے ہیں پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہو اور آدمی بڑا ناشکرا ہے۔ کیا تم اِس سے نڈر ہوئے کہ وہ خشکی ہی کا کوئی کنارہ تمہارے ساتھ دھنسادے یا تم پر پتھراؤ بھیجے پھر اپنا کوئی حمایتی نہ پاؤ یا اس سے نڈر ہوئے کہ تمہیں دوبارہ دریا میں لے جائے پھر تم پر جہاز توڑنے والی آندھی بھیجے تو تم کو تمہارے کفر کے سبب ڈبو دے پھر اپنے لئے کوئی ایسا نہ پاؤ کہ اس پر ہمارا پیچھا کرے۔

**فائدہ:** بالاستیعاب(شروع سے آخر تک) تمام آیاتِ قرآنی لکھی جائیں طوالت(طویل) ہو جائے۔ اِن آیات میں انسان کی تخلیق کا تفصیلی ذکر ہے اس کے باوجود اگر کوئی بندر کی اولاد بننے کا شوقین ہے تو اسے کیسے روک سکتے ہیں۔

**فائدہ:** آیاتِ مذکور میں واضح طور پر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر ہے، اگر ان کی تخلیق اسی طریقہ سے نہ مانی جائے تو قرآن کا انکار لازم آتا ہے۔ اب سوچیں کہ اللہ تعالیٰ تو فرمائے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی موجودہ صورت ہم نے تیار کی اور اسی صورت میں ہی بہشت سے زمین پر تشریف لائے لیکن ڈارون اور اس کے معتقدین(followers) کہیں کہ نہیں وہ پہلے بندر کی صورت میں تھا پھر یہی صورت اختیار کی ہے تو یہ ایک کھلی بغاوت اور بے عقلی وسفاہت ہے، یونہی اولادِ آدم کی تخلیق قرآنِ مجید نے واضح طور پر بتائی۔

**ازالہ وھم:** ڈارون اور اس کے معتقدین کا کہنا ہے کہ یہ آدمی کے دورِ ثانی کی کہانی ہے، ہم اس کے دورِ اوّل کی بات کرتے ہیں۔ اس کا جواب بھی قرآنی آیات میں واضح ہے کہ آدمی کہلانے کا دور یہی ہے اور بس۔ اس سے قبل عالم مثال عالم ارواح ہے اس کی تفصیل آتی ہے اور اسی دور کے لئے انسان کی ہیئتِ کذائیہ (اصل شکل) کا ذکر احادیث میں ہے۔

(1) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَمَّا خَلَقَ اللهُ آدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَسَقَطَ مِنْ ظَهْرِهِ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَجَعَلَ بَيْنَ عَيْنَيْ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ وَبِيْصًا مِنْ نُوْرٍ، ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلٰى آدَمَ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ ذُرِّيَّتُكَ، فَرَأٰى رَجُلاً مِنْهُمْ فَأَعْجَبَهُ وَبِيْضُ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ مَنْ هٰذَا؟، فَقَالَ: هٰذَا رَجُلٌ مِنْ آخِرِ الْأُمَمِ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ يُقَالُ لَهُ: دَاوُدُ، فَقَالَ: رَبِّ كَمْ جَعَلْتَ عُمُرَهُ؟، قَالَ: سِتِّيْنَ سَنَةً، قَالَ: أَيْ رَبِّ زِدْهُ مِنْ عُمُرِيْ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً، فَلَمَّا قُضِيَ عُمُرُ آدَمَ جَاءَهُ مَلَكُ

---

[19] بنی اسرائیل: 17/ 67تا69

الْمَوْتِ. فَقَالَ: اَوَلَمْ يَبْقَ مِنْ عُمْرِي اَرْبَعُوْنَ سَنَةً؟. قَالَ: اَوَلَمْ تُعْطِهَا ابْنَكَ دَاوُدَ. قَالَ: فَجَحَدَ آدَمُ، فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُهُ. وَنُسِّيَ آدَمُ فَنُسِّيَتْ ذُرِّيَّتُه. وَخَطِئَ آدَمُ فَخَطِئَتْ ذُرِّيَّتُهُ "[20]

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پیٹھ کو (مسح کے طورپر) ملا، آدم کی پیٹھ سے وہ ساری جانیں بر آمد ہوئیں جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تک آپ کی اولاد میں پیدا کرنا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی ایک چمک رکھی۔ پھر انہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا: اے میرے رب! یہ کون لوگ ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد ہیں، حضرت آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک مرد کو دیکھا جس کی دونوں آنکھوں کے درمیان چمک دمک حضرت آدم علیہ السلام کو اچھی لگی، حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا: اے میرے رب یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ آخری امت کا ایک آدمی ہے جسے یہ داؤد کہتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب تو نے اس کی کتنی عمر بنائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ساٹھ سال، حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اے رب میری عمر میں چالیس بطورِ اضافہ اس کی عمر میں داخل کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہوگئی (مگر وہ چالیس سال جسے ہبہ کر دینے کے باوجود اپنی عمر کا بقیہ حصہ سمجھے تھے) تو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس ملک الموت آئے، حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے کہا کیا میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ ملک الموت نے کہا آپ نے اپنے بیٹے حضرت داؤد علیہ السلام کو وہ حصہ ہبہ نہیں کر دیا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کر دیا۔ اب ان کی اولاد بھی انکار کرتی رہتی ہے اور حضرت آدم علیہ السلام بھولے تو آپ کی اولاد بھی احکامِ الٰہی کی بھولتی رہتی ہے۔

(2) عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ حِيْنَ خَلَقَهُ فَضَرَبَ كَتِفَهُ الْيُمْنٰى فَاَخْرَجَ ذُرِّيَّةً بَيْضَاءَ كَاَنَّهُمُ الذَّرُّ وَضَرَبَ كَتِفَهُ الْيُسْرٰى فَاَخْرَجَ ذُرِّيَّةً سَوْدَاءَ كَاَنَّهُمُ الْحُمَمَ فَقَالَ لِلَّذِيْ فِيْ يَمِيْنِهِ اِلَى الْجَنَّهِ وَلَا اُبَالِي وَقَالَ لِلَّذِيْ فِيْ كَفِّهِ الْيُسْرٰى اِلَى النَّارِ وَلَا اُبَالِيْ۔[21]

(رواہ احمد، مشکوٰۃ، کتاب الایمان فی القدر)

---

[20] سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللّٰہ ﷺ، رقم الحدیث 3076، ص679، مکتبۃ المعارف الریاض۔

[21] مسند الإمام احمد بن حنبل، مسند القبائل، ومن حدیث ابی الدرداء عویمر رضی اللّٰہ عنہ، رقم الحدیث 2725، 307/11، دار الکتب العلمیۃ بیروت

مشکاۃ المصابیح، المجلد الاول، کتاب الایمان، باب الایمان بالقدر، الفصل الثالث، رقم الحدیث 119، ص42، المکتب الاسلامی، بیروت

یعنی حضرت ابو درداء سے مروی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا یعنی عالمِ موجودات کی جس خاص ساعت میں ان کو پیدا کیا تو ان کے داہنے کندھے پر اپنے دستِ مبارکہ قدرت سے ایک ضرب لگائی س ان کی ذریت بیضا (سپید و نورانی نسمات انسانیہ) کو باہر لا کر آدم کے روبرو چیونٹیوں کی طرح نمایاں کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے ان کے بائیں کندھے پر ضرب لگائی تو ان کی ذریت سوداء (یعنی کالی کلوٹی کوئلے کی طرح سیاہ انسانی جانور کو) آدم کے سامنے نکالا کر رکھ دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے دائیں جانب والی ذریتِ آدم سے کہا جنت کی طرف اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا اور بائیں والی ذریتِ سواء سے کہا کہ دوذخ کی طرف اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا۔

**فائدہ:** مذکورہ بالا دونوں حدیثیں ہمارے سامنے اس حقیقت کی واضح کرتی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد اِن کی اولاد کی ایسے ہیتِ کذائیہ (اصل شکل) نہ تھی جو ڈارون کا نظریہ ہے اور وہ سراسر غلط مضحکہ خیز بھی ہے۔

اب فقیر حضرت انسان میں اللہ تعالیٰ نے کمالات رکھے ہیں وہ عرض کرتا ہے تاکہ یقین ہو کہ بندر کی اولاد بننے کے شوقین اپنی عقل کا علاج کرائیں کہ کہاں حضرتِ انسان کے کمالات اور کہاں بوزینہ بیکار۔

**پشتِ آدم ذرات کی وضاحت:** پشتِ آدم میں تمام اولاد کے لطیف اجزاء تھے جو پیدائش کے بعد اس کی ریڑھ کی ہڈی کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور وہی اس کے اجزائے اصلیہ کہلائے جاتے ہیں نہ صرف آدم علیہ السلام بلکہ ہر باپ کے صلب میں اس کی اولاد کے ایسے ہی لطیف اجزائے بدنیہ موجود ہوتے ہیں جو اس سے منتقل ہو کر اس کی نسل کہلاتی ہے۔ اولاد کے ان ہی اجزائے جسمیہ کا باپ کے اصلاب میں پایا جانا، باپ بیٹے کے درمیان ولدیت اور ابنیت کے رشتہ کا سنگِ بنیاد اور سببِ اصلی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم السلام کی پشت میں قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کے اجزائے اصلیہ رکھ دیئے۔ یہ اجزاء روح کے اجزا نہیں نہ روح کے کل ہیں کیونکہ ایک بدن میں ایک ہی روح سماسکتی ہے، ایک سے زیادہ بدن میں روح کا پایا جانا بداہتہ [22] ہے یونہی آدم علیہ السلام کی پشت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ مبارکہ نہیں رکھی گئی تھی بلکہ جسمِ اقدس کے جوہر لطیف کی نورانی شعاعیں رکھی گئی تھیں جو نورِ ذات محمدی کی شعاعیں تھیں۔

اراوحِ نبی آدم کا ان کے آباء کے اصلاب (نسلیں) میں نہ رکھا جانا صحیحین کی اس حدیث سے ثابت ہے جس میں ہے کہ استقرارِ حمل (حمل ٹھرنا) کے چار مہینے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو چار باتیں لکھنے کے لئے بھیجتا ہے اور چار باتیں لکھ دیتا ہے اس کا عمل، عمر، رزق اور دوزخی یا جنتی ہونا، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ [23]

---

[22] صریحی طور پر

[23] صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، رقم الحدیث 2.3205/ 424، دار احیاء التراث العربی بیروت

**فائدہ:** ثابت ہوا کہ اولاد کی روحیں باپ کے صلب میں نہیں رکھی جاتیں بلکہ شکمِ مادر میں پھونکی جاتی ہیں۔

**سوال:** تفاسیر میں ہے کہ عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت مبارکہ سے ان کی قیامت تک پیدا ہونے والی تمام اولاد کو باہر نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا تھا۔ معلوم ہوا کہ تمام نبی آدم کی ارواح حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں تھیں۔

**جواب:** پشتِ آدم علیہ السلام سے اِن ولاد کی ارواح نہیں نکالی گئی تھیں بلکہ ان کے وہ اشخاصِ مثالیہ تھے جو مثالی صورتوں میں ان کی پشتِ مبارکہ سے بقدرتِ ایزدی ظاہر کئے گئے تھے کیونکہ ہم ابھی حدیثِ صحیحین سے ثابت کر چکے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں نفخِ روح (روح پھونکنا) کیا جاتا ہے۔

## انسان کی شان

انسان ایک چھوٹا سا مجموعہ ہے لیکن جملہ کائنات کا مجمع ہے، دنیاومفیہا کی تمام چیزیں اس میں موجود ہیں۔ پانی کا حوض، ہوا کا گھر، آگ کی جگہ اور مٹی، یہ چاروں چیزیں باہم متضاد ہیں لیکن انسان بیک وقت اور یکجا ایک موجود ہیں جس میں اِن چاروں کو جمع کیا گیا ہے۔

انسان کا معدہ چکی کی طرح چل رہا ہے، کیلوس میں غذا صاف ہو کر جگر میں جاتی ہے اور جگر سے قلب، مثانہ، تلی وغیرہ میں تقسیم ہو جاتی ہے، پھر جسم میں بذریعہ باریک باریک نالیوں میں پہنچتی ہے غرضیکہ انسان میں مختلف مشینیں کام کر رہی ہیں، کوئی مشین غذا دفع کر رہی ہے، کوئی کھینچ رہی ہے اور کوئی صاف کر رہی ہے، صانع حقیقی نے اس مشین کے بعض پُرزے ایسے باریک بنائے ہیں کہ خوردبین کے بغیر نظر نہیں آتے۔ سب سے نازک تر آنکھ کے پردے اور جھلیاں ہیں جو ایسے لطیف ہیں کہ انہیں معمولی بھی صدمہ پہنچے تو بینائی میں فرق آجاتا ہے۔

یونہی رحمِ مادر قدرت کی ایک عجیب صنعت ہے کہ انسان کا مادہ منویہ (نطفہ) رحم میں رکھا جاتا ہے جہاں کئی انقلابات کے بعد ایک حَسین و جمیل شکل لے کر انسان دنیا میں قدم رکھتا ہے۔ پھر خوبی ہے کہ ہر ایک کی شکل علیحدہ علیحدہ ہے، ایک شکل دوسری شکل سے نہیں ملتی، مزاج جدا جدا ہیں اور ہر ایک کی قسم الگ ہے۔

آنکھ کو دیکھ لیجئے کہ ایک لمحہ میں دور کی چیز کو دیکھ کر انسان کے دل میں القا (اطلاع) کر دیتی ہے، یونہی کان باریک سے باریک آواز سن کر انسان کا آگاہ کر دیتا ہے، یونہی ناک ہر قسم کی بُو سونگھ کر آدمی کو مطلع کرتی ہے۔ زبان ہر چیز کا مزہ چکھ کر بتاتی ہے اور بولتی بھی ہے۔ ہاتھ وزنی سے وزنی باریک سے باریک چیز کو چھو لیتے ہیں اور اُٹھا لیتے ہیں۔ پاؤں دور و نزدیک تک چل کر پہنچ جاتے ہیں۔ دماغ

غور و فکر کرنے کی خدمت سر انجام دیتا ہے۔ دل جذبات و غصہ، شہوت، خوشی، محبت، نفرت، نیکی بدی کی مخزن ہے۔ پھر اَن عناصر اربعہ و حواسِ خمسہ کے مجموعہ انسان کو قوتِ ارادی وَدِیْعَتْ (عطا) کی گئی اور اس پر طرَّہ یہ کہ اَسے اختیار بھی دیا گیا۔

اس سارے مجموعہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی ہر چیز کا چلانے والا وہی ربِ دو جہاں ہے اور وہی اس کا نگہبان ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ کسی کا محتاج ہے۔

**بیشمار لائکہ خدام:** انسان کے ہر شعبہ زندگی کے لئے ہر شعبہ کے لئے علیحدہ علیحدہ بیشمار ملائکہ انسان کی خدمت کے لئے مقرر کر رکھے ہیں۔ حضرت امام غزالی قدس سرہٗ نے ایک مختصر سا خاکہ احیاء العلوم میں پیش فرمایا۔ فقیر یہاں بطورِ نمونہ صرف غذا کے ایک شعبہ کا عرض کرتا ہے:

غزائے انسانی کو جسمِ انسانی کا جزو بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کئی فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں جس طرح گندم خود بخود پس نہیں سکتی، خود بخود آٹا بن کر خود بخود گندھ کر خود بخود پکی پکائی روٹی نہیں بن سکتی، اسی طرح یہ خود بخود گوشت و خون بھی نہیں بن سکتی بلکہ گندم سے روٹی بننے تک کئی کاریگروں کا دخل ہوتا ہے۔ اسی طرح روٹی سے خون و گوشت بننے تک بھی کئی کاریگروں کا دخل ہوتا ہے۔ پہلے کاریگروں کا نام انسان اور دوسرے کا فرشتے۔ چناچہ پہلا فرشتہ غذا کو مقامِ حرارت تک پہنچاتا ہے، دوسرا فرشتہ اسے اس مقام پر روکے رکھتا ہے، تیسرا فرشتہ اسے خون کی شکل میں لے آنے کی خدمت سر انجام دیتا ہے، چھوتھا فرشتہ اس کے فضلہ کو الگ کر دیتا ہے، پانچواں فرشتہ اس خون کو اس کے مناسب مقام پر پہنچاتا ہے مثلاً جتنا خون ران کے لئے درکار ہے اتنا ہی ران میں اور جتنا ناک کے لئے درکار ہے اتنا ہی ناک میں پہنچاتا ہے اور اگر یہ فرشتہ نہ ہو اور ران کے مطابق خون ناک کی طرف چلا جائے اور ناک کا خون ران کی طرف تو ران خشک ہو جائے اور ناک بہت بڑھ جائے، حسبِ ضرورت خون کی تقسیم اِسی فرشتے کے سپرد ہے، نیز یہ فرشتہ اِس امر کا بھی لحاظ رکھتا ہے کہ خون کا سخت حصہ ہڈیوں کو، نرم حصہ گوشت کو، غلیظ حصہ رانوں کو، لطیف تر حصہ آنکھوں کو پہنچے، نہ یہ کہ لطیف تر حصہ رانوں کو اور غلیظ پیٹ میں ایک ہی مقام پر رُکی رہے اور یہ فرشتے اپنا اپنا کام نہ کرے تو انسان کا پیٹ تو بڑھتا مگر اس کے ہاتھ، پیر، کان، آنکھیں اور منہ ویسے کے ویسے ہی رہیں جیسے پیدائش کے وقت تھے۔

**فائدہ:** علامہ قزوینی یہ مضمون لکھ کر فرماتے ہیں کہ: اے غافل انسان! " فھم مشتغلون بک وانت فی النوم "[24]

---

[24] عجائب المخلوقات ولحیوانات و غرائب المو جودات. النظر الثانی عشر فی سکان السموات وھم الملائکۃ. ص63. مؤسسۃ الا علی المطبوعات. بیروت. لبنان

# کمالاتِ آدمی

**آدمی اٹھارہ ہزار عالم کا نمونہ ہے:** اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کی ابتدائی تخلیق ہی ایسے نرالے رنگ میں فرمائی ہے کہ اسے اٹھارہ ہزار عالم کا نمونہ پیش فرمایا۔ اسی لئے آدمی کو عالمِ صغیر کہا جاتا ہے، اس کی تفصیل طویل ہے۔ مختصراً عرض کروں:

انسان کے جسم پر جب غور کیا جاتا ہے تو اس میں مختلف مناظر نظر آتے ہیں۔ مثلاً:

1) چار ارکان: مٹی، پانی، ہوا، آگ۔

2) چار طبائع (مزاج): یبوست (خشکی)، رطوبت (تری، نمی)، حرارت (گرمی) اور برودت (ٹھنڈک)

3) چار اخلاط: بلغم، صفرا، خون اور سودا۔

4) نو طبقات: سر، مونہہ، گردن، سینہ، کمر، ران، پنڈلی اور پاؤں۔

5) مختلف ہڈیاں مختلف ستون ہیں۔

6) پٹھے رسیاں ہیں۔

7) آٹھ خزانے اور ان کی مختلف تھیلیاں: نخاع، پھیپھڑے، دل، جگر، تلی، معدہ، انتریاں اور گردے ہیں۔

8) راستے اور شارعِ عام رگیں ہیں۔

9) تین سو نوے (390) وَرِیدیں نہریں ہیں۔

10) سات دروازے ہیں: آنکھیں، کان، ناک، پستان، مونہہ اور دو شرمگاہیں۔

☆ انسانی جسم ایک انوکھا اور عجیب شہر ہے جس میں مختلف عمال اور پیشہ ور کام کرتے ہیں مثلاً:

☆ معدہ ایک باورچی ہے جو کھانا پکاتا ہے۔

☆ جگر ایک عطار ہے جو غذا کے جوہر اور عرق بنا رہا ہے۔

☆ پتہ ایک حکیم ہے جو تیزاب ملا رہا ہے۔

☆ انتڑیاں، جگر، گردے اور پھیپھڑے بھنگی اور جاروب کش ہیں جو جسم کے شہر کی گندگی اور گندے مواد فضلے، پسینے و پیشاب اور ہوا کی صورت میں نکال رہے ہیں اور جسم کی صفائی کرتے ہیں۔

☆ جسم میں ایک کاریگر بھی ہے جو چیزوں کا آناً فاناً تبدیل کر دیتا ہے۔ خوراک کو خون اور خون کو گوشت میں تبدیل کر دیتا ہے۔

☆ ایک بھٹہ پکانے والا بھی ہے جو ہڈیوں کی اینٹیں پکاتا ہے۔

☆ ایک جولاہا بھی ہے جو اعصاب اور جھلیاں بُن رہا ہے۔

☆ ایک درزی بھی ہے جو جسم کے لباس کو سی رہا ہے یعنی جسم کے زخموں کو مندمل کر رہا ہے۔

☆ ایک رنگ ساز بھی ہے جو دانتوں اور ہڈیوں کو سفید رنگ چڑھا رہا ہے۔

☆ ایک بڑھئی اور لوہار، سنار اور موچی اور کیا کیا کاریگر لگے ہوئے ہیں جو عمارتِ جسم کو جوڑتے اور اس کی سخت یڈیوں کے مقام پر چمڑے اور گوشت کے گدیلے سیتے اور اس کو خدوخال اور زیوراتِ حسن وجمال سے آراستہ کرتے ہیں۔

☆ انسانی جسم ایک چھوٹی کائنات ہے جس میں (1) زمین گوشت اور پوست انسانی ہے (2) پہاڑ ہڈیاں ہیں (3) معاون جگر، دل، تلی، پتہ، اور گردن ہیں۔ (4) سورج اور چاند دل اور دماغ ہیں (5) ستارے حواس، قویٰ مختلفہ، عقل، قوتِ متخیلہ اور حافظہ وغیرہ (6) سمندر پیٹ (7) دریا اور نہریں رگیں، شریانیں وغیرہ (8) بلا زور، انتڑیاں (9) جنگل، بال (10) میدان ماتھا اور پیٹھ (11) ہوا، تنفس (12) صبح کی روشنی خوشی اور مسکراہت (13) رات کی تاریکی غم و اندوہ (14) بارش آنسو اور رونا (15) موت، نیند اور جہالت (16) زندگی بیداری وعلم (17) موسمِ بہار، بچپن (18) گرمی، جوانی (19) خزاں وسردی، بڑھاپا (20) رعدوبرق، غصہ

☆ انسان میں جملہ حیوانات کیا چرندا وکیا پرند، سب جمع ہیں۔ (☆) بہادری اس کی شیر ہے (☆) بزدلی، خرگوش (☆) مکروفریب، اُس کی لومڑی ہے (☆) سادہ لوحی بھیڑ (☆) تیز خرامی ہرن (☆) سستی کچھوا (☆) سرکشی چیتا (☆) گویا پن، بلبل (☆) بد آوازی گدھا (☆) نفع رسانی مرغی (☆) ضرررسانی چوہا (☆) وفاداری گھوڑا (☆) مردم آزادی سانپ (☆) زینت اس کی مور (☆) خودفراموشی اُلو۔ اسی طرح تمام جانور انسان میں موجود ہیں۔

☆ نیک اعمال اور اوصافِ حمیدہ کی صورت میں انسان کے اندر ملائکہ جمع ہیں اور بداعمالیوں اور بُرے اخلاق کے باعث انسان کے اندر سارے شیاطین جمع ہیں، غرض انسان ساری کائنات کا ایک مکمل ماڈل اور نمونہ ہے۔

**انسان میں ایک جہاں آباد ہے:** انسان کی ولادت طلوعِ قمر کی مانند ہے اور موت اس کی مثل غروبِ قمر کے ہے، جسم اس کا زمین کی مثل ہے اور ہڈیاں اس کی مثل پہاڑوں کے ہیں، ہڈیوں کے مغز مثل دفینوں کے ہیں، رَگیں مثل نہروں کی ہیں اور بال مثل درختوں کے ہیں، چہرہ اس کا مشرق اور پشت مغرب، دائیں طرف اس کے جنوب اور بائیں شمال ہے۔ سانس اس کی ہوا ہے، غصہ اس کا بادل ہے اور بولنا رعد ہے، ہنسنا اس کا بجلی ہے اور رونا وپسینہ اس کا بارش ہے، نیند اس کی مثل موت کے ہے اور جاگنا مثل زندگی کے ہے۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِيۡنَؕ [25]

ترجمہ کنزالایمان: تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

[25] المؤمنون: 14/23

اللہ تعالیٰ نے سورج کو روشنی دی اور چاند کو نور بخشا، ظلمت کو رات دی، لطائف ہوا کو اور کثافت پہاڑوں کو دی اور پانی کو رقت بخشی۔ اسی طرح فرشتوں کو نور بخشا، حوروں کو روشنی دی، مغروروں کو ظلمت اور دلوں کو رقت، لطافت جنوں کو بخشی اور کثافت چوپایوں کو، پھر یہ سب چیزیں انسان میں جمع فرمادیں اور اس طرح کہ نور آنکھوں کو بخشا اور روشنی چہرے کو دی، زینت بالوں کو بخشی اور لطافت روح کو دی۔ کثافت دل کو دی اور رقت دماغ کو دی اور سب کو اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ جمع فرما کر انسان کو فرمایا:

فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ○ (26)

ترجمہ کنزالایمان: تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

**صوفیہ کرام:** صوفیہ کرام فرماتے ہیں انسان عجم ہے جملہ "تِکلُکُم" (آڑ) ہے، جس طرح درخت اجمالاً موجود ہے ایسے ہی انسان میں سارے علوم نمودار ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک جسم عرشِ رحمٰن ہے اور نفس کرسی ہے، دل بیت المعمور ہے اور دل کے سات لطیفے، جنت کے سات طبقے ہیں۔ روحانی ملائکہ اور دونوں آنکھیں اور دونوں کان اور دونوں ناک کے سوراخ اور دونوں سبیل اور دونوں پستان اور ناف اور منہ بارہ بروج اور قوۃ باصرہ (دیکھنے والی قوت) وسامعہ (سننے کی قوت) وذائقہ وشامۃ ولامسہ (چھونے یا مس کرنے کی قوت) وناطقہ وعاقلہ، سبع سیارہ کی طرح ہیں۔ انسان میں تین سو ساٹھ جوڑ رکھے گئے گویا تین سو ساٹھ دن ہیں اور انسان کے منہ کے اٹھائیس مخرج جن سے حروف اداہوتے ہیں گویا چاند کی 27 منزلیں ہیں۔

جیسے دنیا میں زمین، پہاڑ اور معاون (کانیں) دریا، نہریں، نالے، کھالے نالیاں ہیں اسی طرح انسانی جسم گویا زمین ہے اور ہڈیاں پہاڑوں کی طرح اس کی میخیں ہیں اور ہڈیوں کا مغز گویا کانیں، پیٹ دریا، انتڑیاں نہریں، رگیں نالیاں ہیں، چربی گویا کیچڑ ے، بال گویا نباتات ہے، پشت گویا جنگل ہے، سانس گویا کلام، گرج آواز بجلی، گریہ زاری بارش، اور خوشی دن ہے، رنج و غم رات، نیند موت ہے، بیداری زندگی، پیدائش ابتدائے سفر ہے، بچپن موسمِ بہار، جوانی موسم گرما، بڑھاپا سردی اور موت انتہائے سفر ہے۔ عمر کے سال مختلف شہر ہیں، مہینے منزلیں ہیں، ہفتے گویا راستے کے کوس، دس گویا ملیں، سانسیں قدم۔ ہر سانس پر انسان زندگی کا ایک قدم چلتا ہے، روزانہ دن میں بارہ ہزار سانس لیتا ہے، رات میں برہ ہزار۔ قیامت میں ہر اس سانس پر ندامت ہو گی جو غفلت میں گزرے، یہ تو اعضائے بدن کا ذکر تھا۔

پھر صفاتِ انسانی کو دیکھو تو معلوم ہو گا مخلوقات کا جامع انسان ہے۔ معرفتِ الٰہیٰ اور صفائی کے لحاظ سے فرشتہ ہے اور مکرو کُدُورَت (کینہ) کے لحاظ سے شیطان ہے، ہمت و بہادری کے لحاظ سے شیر ہے، جہل میں جانور ہے، تکبر اور تیزی میں چیتا ہے۔ غصہ وفساد میں بھیڑیا ہے، صبر میں گدھے کی طرح ہے اور شہوت میں چڑیا کی طرح ہے، بخل میں کتا، خیانت میں سور ہے، کینہ میں سانپ کی طرح

---

(26) المؤمنون: 14/23

ہے، بُرد باری میں اونٹ ہے، سخاوت میں مرغی ہے، کاریگری میں اُلو کی طرح ہے اور تواضع اور چاپلوسی میں بلی کی طرح ہے، ہمت میں باز ہے، صبح اُٹھنے میں کوے کی طرح ہے۔ ان تمام پر طُرّہ (اعلیٰ) یہ ہے کہ صاحبِ عقل و نظر ہے۔ یہ تمام رب کی وہ نشانیاں ہیں جو نفسِ انسان میں نظر آ رہی ہیں۔

فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ۝ [27]

ترجمہ کنزالایمان: تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

نوٹ: یہ صرف چند نمونے عرض کئے ہیں ورنہ تفصیل کے لئے دفاتر درکار ہے۔

## سورۃ الرحمن

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو ایسی صورت بخشی ہے جس کی مثال چودہ طبق میں نہیں۔ خود فرماتا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ [28]

ترجمہ کنزالایمان: بیشک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔

حضرت یحییٰ بن اکثم قاضی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یونہی استدلال فرمایا ہے چنانچہ حکایت ذیل شاہد ہے:

**حکایت:** خلیفہ منصور کے زمانہ میں ایک شخص کو اپنی بیوی سے بری محبت تھی۔ اس نے ایک روز فرطِ محبت میں آکر اپنی بیوی سے یوں کہہ دیا کہ گو اگر چاند سے زیادہ خوبصورت نہ ہو تو تجھ پر تین طلاق۔ بیوی نے اُس سے پردہ کر لیا اور کہا کہ تو نے مجھے طلاق دے دی ہے اب میں تمہارے سامنے نہیں آسکتی۔ خاوند بڑا حیران و پریشان ہوا کہ میں یہ کیا کہہ بیٹھا اور اب کیا ہوگا۔ ساری رات وہ اسی فکر میں رہا اور صبح خلیفہ منصور کے پاس آیا اور اپنا قصہ بیان کر کے کہنے لگا کہ کوئی صورت نکالیئے تاکہ میری بیوی پر طلاق واقع نہ ہو۔ خلیفہ نے علماء کو بلایا اور یہ مسئلہ دریافت کیا تو سب نے بتایا کہ عورت پر طلاق ہوگئی مگر ایک فقیہ عالم نے اس کے برعکس یہ فتویٰ دیا کہ طلاق واقع نہ ہوئی اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ [29]

ترجمہ کنزالایمان: بیشک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔

اس آیت میں تصریح ہے کہ انسان تمام اشیاء سے حَسین تر ہے۔ اس سے بڑھ کر حَسین اور کوئی نہیں۔

---

[27] المؤمنون: 23/14

[28] التین: 95/4

[29] التین: 95/4

تو اس ارشاد کے پیشِ نظر انسان چاند سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ خلیفہ منصور اس جواب سے بہت خوش ہوا اور خاوند کو اس کی بیوی کے پاس بھیج دیا۔[30]

دوسرے مقام پر فرمایا ہے: وَّ صَوَّرَكُمۡ فَاَحۡسَنَ صُوَرَكُمۡ ۔[31]

ترجمہ کنز الایمان: اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں۔

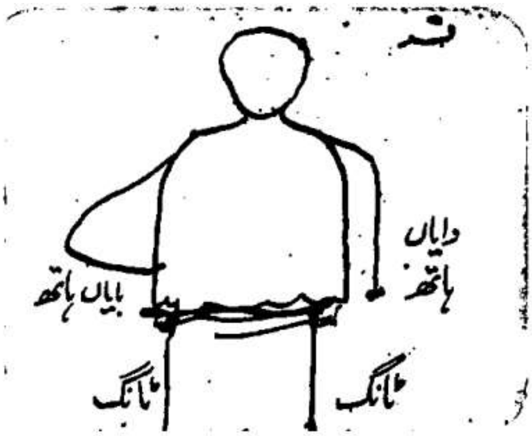
اسی لئے صوفیہ کرام نے فرمایا کہ انسان اللہ تعالیٰ کا مظہر الکمال والجلال والجمال ہے۔

اس کے متعلق حدیث شریف سے تائید ہوتی ہے۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ اٰدَمُ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت یعنی اپنی صفات پر پیدا فرمایا ہے۔

**شرح الحدیث:** اس حدیث کی تاویل میں محدثین کرام نے متعدد تقاریر بیان فرمائیں۔ سب سے زیادہ آسان اور ہمارے موضوع کے مطابق یوں ہے کہ: "صُوْرَتِہٖ" کی ضمیر لفظ اللہ کی طرف راجع ہے۔ "رویت" اللہ کی طرف۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر صورت سے پاک ہے البتہ لفظ اللہ کی صورت ہے اور وہی صورت حضرتِ انسان کی ہے مثلاً دائیں ہاتھ کو لٹکائیں، بائیں ہاتھ کو جسم سے ملائیں تو صاف نظر آئے گا "اللہ"۔




"اللّٰہ"

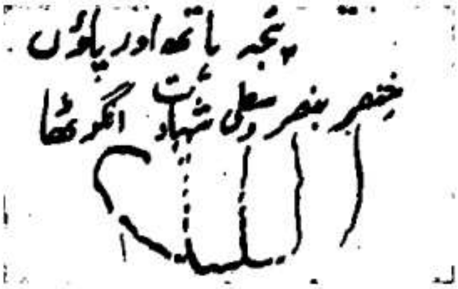
اس میں لفظ اور واضح اور صاف ہے۔ اس لئے حدیث شریف میں چہرہ کی بے حرمتی کی ممانعت اور اس کی فوٹو اتارنے سے روکا گیا ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ "اسوء التعزیر فی تصویر التصویر"

---

[30] تفسیر روح البیان: تفسیر سورۃ التین، 10/468، دار احیاء التراث العربی بیروت

[31] حیاۃ الحیوان الکبری، ذکر الانسان، 1/138، دار البشائر دمشق

خنصر (چھوٹی انگلی) علیحدہ رکھیں، بنصر (اس کے ساتھ والی انگلی)، وسطیٰ (درمیانی انگلی) اور شہادت کی انگلی تینوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں، انگوٹھے کو شہادت والی انگلی سے ملائیں تو صاف ہے۔ "اللہ"




"اللّٰہ"

**نکتہ:** انسانی ڈھانچہ مذکورہ پر اگر سر نیچے کیا جائے تو صورت محمد بن جاتی ہے اور نماز کے ارکان رکوع، سجود میں تو خصوصاً نقشہ محمد ہی ہوتا ہے، اس کے متعلق مزید تفصیل و تحقیق فقیر کی کتاب "شہید سے میٹھا نامِ محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)" میں پڑھئے

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیند کرتے وقت محمد کے نقشہ پر آرام فرماتے اور دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو لفظ اللہ کے مطابق بنا کر سوتے، تفصیل دیکھئے فقیر کی "شرح حدائق بخشش"

**توھی تو:** انسان کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اللہ لفظ کے نقش پر بنایا بلکہ کل کائنات کا ہر پرزہ اس میں فٹ فرمایا، کسی نے کیا خوب فرمایا ہے:

| |
|---|
| زمین و آسمان و عرش و کرسی |
| ہمہ در تست تو از کے پرسی |

**ترجمہ:** زمین و آسمان اور عرش و کرسی سب تیرے ہیں پھر یہ راز تو کس سے پوچھے گا۔

یہی وجہ ہے کہ خالقِ کائنات زمین و آسمان، عرش و کرسی اور کل کائنات میں نہیں سما سکتا لیکن مومن کے دل میں سما جاتا ہے۔

ایک انسان مشکل سے اس بات کو تصور اور یقین کر سکتا ہے کہ انسان کے اس چھوٹے سے جسم میں اس قدر کائنات کیونکر آسکتی ہے لیکن جب ہم آم کی گٹھلی کو دیکھتے ہیں تو بڑی مشکل سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس چھوٹی سے گٹھلی میں سے اس قدر اونچا تناور درخت بمعہ بڑی بڑی شاخوں، ٹہنیوں، پتوں اور پھل وغیرہ کے پیدا اور ہویدا (ظاہر) ہو سکے گا۔ انسان بغیر تربیتِ باطنی بالکل ہیچ اور ناچیز ہے اور تربیتِ باطنی اور روحانی پرورش سے بہت بڑی چیز ہے بلکہ سب کچھ بن سکتا ہے اور اس کے اندر جو شہر اور کائنات بس رہی ہے ظاہر ہو جاتی ہے۔

اس طرح انسان کا جسمِ عنصری تمام کائنات کا خاصہ، خلاصہ، نمونہ، ماڈل اپنے اندر لئے ہوئے ہے اور اگر وہ زندہ ہو جائے تو اس کے تناور شجر کی شاخیں تمام کائنات میں پھیل جاتی ہیں بلکہ تمام کائنات کی روح اور جانِ جہان بن جاتا ہے۔

انسانی جسم بیشمار خلیوں کا مرکب ہے اور پھر ہر خلیہ بجائے خود ایک انسانی ماڈل اور نمونہ ہے اور اگر ہر خلیہ زندہ ہو جائے تو ہر خلیے کے اندر پانچوں انسانی حواس نمودار ہو جاتے ہیں اور اس قسم کے تجربے اور مشاہدے اب دنیا میں عام پائے جاتے ہیں کہ بعض لوگوں کی آنکھیں بند کر کے ان پر پٹی باندھ دی جاتی ہے لیکن وہ جسم کے دوسرے حصے مثلاً ماتھے یا دیگر عضو اور جسم کے دوسرے حصے سے دیکھ سکتے ہیں اور بیرونی اشیاء کو محسوس اور معلوم کر سکتے ہیں۔

اس طرح انسان تمام کائنات کا ایک مکمل ماڈل (نمونہ) اور خلیہ ہے اور تمام کائنات کی اشیاء میں اس قسم کی ایک مناسبت اور مجانست و مماثلت پائی جاتی ہے اور یہی توحید کی بنیاد ہے۔

**قرآن گواہ:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔[32]

ترجمہ کنزالایمان: اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

حضرت صدر الافاضل خزائن العرفان میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں: "اور تمہاری پیدائش میں اور تمہارے تغیرات میں اور تمہارے ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ایسے بیشمار عجائب و غرائب ہیں جس سے بندوں کو اس کی شانِ خدائی معلوم ہوتی ہے۔

## شیخ محدّث دھلوی قدس سرہٗ کی تقریر دلپذیر

ان اللّٰہ خلق آدم علیٰ صورتہ

یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

حدیث نقل کر کے بہترین تقریر فرمائی ہے۔

آپ نے اس حدیث کو نقل فرما کر "صورتہٖ" کی تفسیر فرمائی ہے "اے علیٰ صفاتہٖ" یعنی صورت سے یہاں مراد صفت ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے "صورت مسئلہ ایں است" تو گویا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صفات پر پیدا فرمایا۔[33]

**مظہر صفات:** چنانچہ آدمی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات پر کس طرح پیدا فرمایا اس کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے: اللہ تعالیٰ کی ایک صفت حی بھی ہے یعنی وہ زندہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے آدمی کو بھی زندگی دی اور اسے صفت حی سے موصوف فرمایا، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت سمیع بھی ہے یعنی وہ سننے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آدمی کو سماعت عطا فرمائی اور اسے بھی سمیع پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بصیر بھی ہے یعنی وہ

---

[32] المؤمن: 64/40

[33] الذریت: 21/51

دیکھنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آدمی کو بصارت دی اور اسے بھی بصیر بھی پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت متکلم بھی ہے یعنی وہ کلام فرمانے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آدمی کو بھی متکلم فرمایا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے مالک ومختار، عالم، دانا، حاکم وحکیم بھی اس کی صفات ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آدمی کو بھی ان اوصاف سے موسوف فرمایا اور اسے بھی ملک واختیار، حکم وحکمت، علم و دانش عطا فرمایا گویا خدا نے اپنے صفات کی جھلک سے انسان کو منور فرمایا ہے۔ انسان بے جان پر اللہ تعالیٰ کی صفت حی کی جھلک پڑی تو وہ زندہ ہو گیا، اس کی صفت سمیع کی جھلک پڑی تو وہ سننے والا ہو گیا، اس کی صفت بصیر کی جھلک پری تو وہ دیکھنے والا ہو گیا اور اس میں یہ حکمت ہے کہ انسان سمجھے اور سوچے کہ جب میں مخلوق ہو کر زندہ، سننے والا، دیکھنے والا، کلام کرنے والا، علم و دانا اور مالک و مختار ہوں تو میرا خالق بھی ضرور حی، سمیع، بصیر، متکلم، عالم اور مالک و مختار ہے۔

**بے مثل:** اس سے آگے بڑھئے تو خدائے وحدہ لاشریک نے انسان پر اپنی وحدت کی جھلک بھی دالی ہے۔ دیکھ لیجئے جو بچہ پیدا ہوا تا ہے وہ اپنی شکل الگ ہی لے کر آتا ہے، کروڑوں انسان پیدا ہوئے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک ظاہری کرشمہ ہے کہ ہر آدمی کی شکل دوسرے کی شکل سے ممتاز ہوتی ہے اور اس طرح قیامت میں جو آدمی بھی پیدا ہو گا اپنی نئی ہی شکل میں پیدا ہو گا اور نہ صرف شکل ہی بلکہ ہر شخص کی آواز بھی دوسروں کی آواز سے ممتاز ہوتی ہے اور اسی طرح غور کیجئے ہر شخص کے انگوٹھے کا نشان دنیا بھر کے انسانوں کے انگوٹھوں کے نشانات سے ممتاز ہوتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو بجائے دستخطوں کے انگوٹھوں کے نشانات کا فائدہ نہ ہو تو گویا ہر آدمی اپنی شکل میں بے مثل ہوتا ہے اور اگر انسان اسی ایک نقطہ پر غور کرے تو اسے اقرار کرنا پڑے گا کہ جب میں مخلوق ہو کر اس بے مثلیت کا حامل ہوں تو میرا خالق کیوں وحدہ لاشرک نہ ہو گا۔

**محبوبِ خدا ﷺ:** مقامِ غور ہے کہ عام مخلوق کی بے مثلیت کا یہ عالم ہے تو جو ہستی خاص محبوبِ خدا تشریف لائی ہے اور جسے خدا نے نہ صرف عوام میں بلکہ گروہِ انسانی میں سے بھی چن لیا ہے ان کی بے مثلیت کا کیا عالم ہو گا اور کیوں نہ بال بال شریف بے مثل ہو گا اور کیوں نہ ان کا وجود باوجود ممتنع النصر ہو گا۔

اب اندازہ کیجے اس گمراہ کی حمایت و گمراہی کا جو محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مثل جانتا ہے اور اس امر پر بضد ہے کہ دوسرے بھی اس کی مثل خصور اپنی مثل کہہ کر اس کی مثل احمق و گمراہ ہو جائیں۔

**مشرک گر:** مذکورہ بالا تفصیل کے بعد یہ سمجھ لیجئے کہ اہلسنّت اپنے آقا و مولا کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو جو مالک و مختار، متصرف فی العالم اور ماکان ومایکون کا عالم جانتے ومانتے ہیں وہ اسی حیثیت سے ہے کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم ہیں، اللہ تعالیٰ ہی کی عطا سے آپ مالک بھی ہیں اور مختار بھی ہیں اور اسی کے دیئے سے آپ متصرف فی العالم بھی ہیں اور عالمِ اسرار بھی ہیں اور اگر یہاں یہی رٹ رٹی ائے کہ نہ صاحب نہ مالک تو اللہ ہی ہے مختار تو وہی ہے، متصرف و عالم تو اسی کی ایک ذات ہے اس لئے نبی ولی کا مالک و مختار وغیرہ کہنا شرک ہے تو پھر ہم ان مشرک گر افراد سے یہ کہیں گے کہ صاحب حی تو اللہ ہی ہے، سمیع تو اللہ ہی ہے، بصیر تو اللہ تعالیٰ کی

ذات ہے، متکلم تو صرف اللہ ہی ہے پھر آپ اپنے آپ کو زندہ کیوں کہتے ہیں، گلا گھونٹئے اور مر جایئے، آپ سمیع کیوں بنتے ہیں؟ کانوں میں سیسہ ڈلوایئے اور بہرے بن جایئے، آپ بصیر کیوں کہلواتے ہیں؟ آنکھیں پھوڑ ڈالیے اور اندھے ہو جایئے، آپ کلام کرنے والے کو؟ زبان کٹوا دیجئے اور گونگے بن جایئے اور پھر ایک تختی پر یہ آیت لکھوا کر اپنے گلے میں ڈال لیجئے کہ "صم بکم عمی فھم لایرجعون"

**مقربین حق:** تقاضائے عمل میں یہ ہے کہ جب عوام میں اِن صفاتِ حق کا پَرتو نظر آرہاہے تو خواص میں تو خصوصیت سے انعام کی جلوہ گری ہونی چاہیے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ مقربینِ حق نواز صفاتِ حق سے زیادہ مُستَنیِر (روشنی، پرنور) ہوتے ہیں اور ان کی یہ طاقتیں عوام سے بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی نورانی چیز سے جو چیز زیادہ قریب ہو گی وہ بانسبت دور کی چیز کے زیادہ روشن ہو گی۔ یونہی جو حضرات مقربینِ حق ہیں ان کی زندگی کی سماعت بصارت عوام سے بہت زیادہ قوتوں کی حامل ہوتی ہے حتیٰ کہ صفت "سمعہ الزی یسمع بہ" اور "بصرہ الزی یبصر بہ" کے مطابق ان کی سماعت و بصارت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ فرش پر تشریف فرما ہوتے ہیں، عرش کی آوازیں بھی سن لیتے ہیں اور دنیا کی ہر شے ان پر منکشف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ سارے مقربین کے سردار جن کے صدقہ میں مقربین، مقربین ہوئے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں: بچپن میں چاند کے زیر عرش سجدے کرنے کی آواز سنتا تھا۔[34] اور ساری دنیا کو میں اس طرح دیکھ رہاہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو۔[35]

اور ساری دنیا کو اس طرح دیکھ رہاہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو۔[36]

کیوں صاحب جن کی سماعت کا یہ عالم ہو کہ عرش کی آواز کو بھی سن لیں کیا ان کے لئے لاہور، کراچی یا سیالکوٹ میں پڑھے ہوئے درود شریف "اَلصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ" کی آواز کا سن لینا کچھ مشکل ہے، کیا آپ کا کراچی ولاہور عرش سے بھی آگے کا شہر ہے، کہاں عرش کی آواز اور کہاں فرش کی؟ جس مقدّس کانوں میں کروڑوں میل دور عرش کی آواز سن لینے کی طاقت ہے "لاریب" وہ کان چند ہزار میل دور فرش کی آواز بھی سن لیتے ہیں۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| دور | و | نزدیک | کے | سننے | والے | وہ | کان |
| ایسی | کانِ | سما | عت | پہ | لا | کھوں | سلام |

[34] اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ، کتاب الا داب، باب السلام، فصل 1، 3/4، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، کوئٹہ (بلوجستان)

[35] الخصائص الکبریٰ، باب مناغاتہ ﷺ للقمر و ھو فی مھدہ، 1/ 91، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[36] المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، المقصد الثامن فی طبہ ﷺ و تعبیرہ الرؤیا و إنبسائہ بالمغیبات، الفصل الثالث فی أنبائہ ﷺ بالأنباء المغیبات، ما أخبر بہ ﷺ من الغیوب، 3/559، المکتب الاسلامی بیروت

اور کیا جن کی نظروں میں دنیا مثل ہتھیلی کے ہے، ان مقدّس نظروں سے آپ او جھل رہ سکتے ہیں، کیا آپ او جھل رہ سکتے ہیں، کیا آپ دنیا سے خارج ہیں؟ نہیں بلکہ حقیقت یہی ہے کہ حضور ﷺ کی نظروں سے کوئی چیز غائب نہیں۔

| | | | | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| سرِ | عر | ش | پر | ہے | تیری | گزر | دلِ | فرش | پر | ہے | تیری | نظر |
| ملکوتِ | ملک | میں | کوئی | شے | نہیں | وہ | جو | تجھ | پہ | عیا | ں | نہیں |

ہمارے حضور ﷺ مقربینِ حق کے سردار ہیں جس قدر قربِ حق حضور کو حاصل ہے کسی کو نہیں "مع اللہ وقت" کا ارشاد اس حقیقت پر شاہد ہے لہٰذا صفاتِ حق کے حضور ﷺ مظہر اتم ہیں اور ایسے مظہر کہ "ھو الاول والا خرو الظاھر و الا طن وھو بلکل شئی علیم"۔

یہ آیت حضور ﷺ کی نعت بھی ہے جسے شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتدائی مدراج شریف میں لکھا: ہمارے حضور ﷺ اوّل بھی ہیں اور آخر بھی ہیں، باطن بھی اور ہر شے کے جاننے والے بھی ہیں۔[37]

**پھونک:** قرآنِ پاک میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ "ترجمہ اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکوں"

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا مقدس پیلا تیار کر کے اللہ تعالیٰ نے اس میں روح پھونکی تو خدا کی اس پھونک سے حضرت آدم علیہ السلام زندہ ہو گئے۔

**آدمی زمین پر آنے سے پہلے:** حضرت آدم علیہ السلام ہی زمین پر تشریف لائے ہیں، پھر ان کی اولاد پھیلی اس سے قبل انسان کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اسے بندر کی اولاد بتانا پاگل پن ہے ہاں حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے زمین پر جنات تھے۔ چنانچہ روح البیان میں ہے: جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تو ملائکہ وجنات بھی پیدا ہوئے، ملائکہ کو آسمان پر ٹھہرایا، جنات کو زمین پر۔

وہ زمین پر تقریباً ستر ہزار سال رہے پھر ان میں حسد اور بغاوت پھیلی اور لڑے مرے، ان کی طرف فرشتوں کو بھیجا جن کا امیر (لیڈر) ابلیس تھا (اس وقت اس کا نام عزازیل تھا) زمین پر اترتے ہی فرشتوں نے جنات کو شکست دی اور انہیں زمین سے نکال کر دریاؤں، پہاڑوں اور غاروں میں بھگایا اور خود وہاں رہنے لگے۔[38]

[37] مدارج النبوت، 2/1، در مطبع فیض منشی نول کشور بطبع بہار

[38] تفسیر روح البیان، سورۃ البقرہ، آیت 93،92/1،31، دار أحیاء التراث العربي بیروت

## ڈارون کے خیالات

جیسا کہ ڈارون کے خیالی ڈھگوسلے اوپر مذکور ہوئے ہیں کہ ڈھانچوں اور ہڈیوں سے تصور باندھا کہ وہ آدمی تھا، وہ آدمی نہیں جنات تھے جو زمین پر متشکل ہو کر رہتے تھے، ممکن ہے کہ ان کے چہرے مہرے بندروں جیسے ہوں۔ ڈارون نے انہیں آدمی بنادیا حالانکہ کوئی آدمی اس وقت زمین پر تھا ہی نہیں بلکہ خود حضرت آدم علیہ السلام بھی زمین پر نہیں آئے تھے ہاں زمین پر جنات ضرور تھے۔

## مشورہ خلافت

جب جنات زمین پر بس رہے تھے اسی دوران اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کا مشورہ لیا وہ بھی ساٹھ ہزار سال پہلے کی بات ہے۔[39]

**آدمی عالمِ ارواح میں:** امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح الصدور میں ابن قیم نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ اہلسنّت کا اجماع ہے کہ روح موت ہے اور مخلوق ہے، زندیقوں کے علاوہ اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

ہاں اس میں اختلاف ہے کہ روح پہلے پیدا ہوئی یا جسم، بعض نے کہا کہ روح پہلے پیدا ہوئی اور یہی مذہبِ حق ہے۔

روح البیان میں ہے کہ عالمِ دنیا کی تخلیق سے اَسی(80) ہزار سال پہلے انسان کی تخلیق ہوئی اور یہ تخلیق اس کی روح کی ہے کیونکہ اس کے بعد عالمِ مثال ہے۔

ان دونوں علموں میں آدمی کے متعلق بندر کا تصور تک نہیں ہو سکتا اس وقت بھی کتبِ اسلامیہ میں اس کی صورت مثالی تھی تو بھی یہی جو اس کو موجودہ صورت ہے چونکہ ہم اس دور کے متعلق کچھ یاد نہیں رکھتے اسی لئے مجبور ہیں۔ ہاں محبوبانِ خدا کو اس دور کی باتیں من وعن یاد ہیں اور کبھی کبھی وہ اس کا اظہار بھی فرمادیتے ہیں۔ چناچہ چند بزرگوں کی یادیں عرض کردوں۔

1) حضرت سیّدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تاریخ میں ابنِ عساکر نے اپنی سند سے ہرم بن حیان سے روایت کیا ہے کہ اُنہوں نے کہا میں اُویس قرنی کے پاس آیا۔ میری اور ان کی اس سے قبل کبھی ملاقات نہ ہوئی تھی لیکن آپ نے فوراً جواب دیا کہ "وعلیکم السلام یا ہرم ابن حیان" میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے میرا اور میرے باپ کا نام کیونکر پہچان لیا تو آپ نے فرمایا کہ جب میں نے تم سے گفتگو کی تو میری روح نے تمہاری روح کو شناخت کرلیا کیونکہ جسموں کے نفس کی طرح روحوں کا بھی نفس ہوتا ہے اور مومن کی روحیں ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں اور اللہ کی رحمت کی وجہ سے بلا دیکھے ایک دوسرے سے محبت رکھتی ہیں۔

---

[39] تفسیر روح البیان، سورۃ البقرہ، آیت 31، 93/1، دراُحیاء التراث العربي بیروت

2) حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ بھی مشہور ہے کہ آپ ایک لڑکے کے پاس سے گزرے تو آپ نے سلام کیا تو اس نے کہا "وعلیکم السلام یا مالک بن دینار" آپ نے جواباً فرمایا کہ تو نے مجھے کیسے پہچانا، اس نے کہا آپ بھول گئے، عالمِ ارواح میں ہم یکجا ہوئے تھے یعنی یومِ میثاق میں اکٹھے ہوئے تھے۔

3) صاحبِ روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے فرمایا کُنْ کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی ہے محسوس ہوتا ہے کہ گویا وہ کل کی بات ہے۔ دوسرے بزرگ نے فرمایا کل کی بات نہ کہو ابھی کی بات ہے۔

4) حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

خدا خود میر مجلس بود محمدﷺ شمع محفل بو د

ترجمہ: اللہ تعالیٰ خود میر مجلس تھا حضور نبی پاک ﷺ شمع محفل تھے وہ لا مکاں ہی تھا جہاں میں تھا (اور سب)۔

5) حضرت پیر بلھے شاہ قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

"کن فیکون جدون فرمایواساں ودی کو لے وسدے ہا سے"

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے کُن کا کلمہ فرمایا تو ہم بھی وہاں ان کے قریب ہی تھے۔

6) حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

کُنْ فیکون تاں کل دی گل اے اساں اگے پریت لگائی
اجاں وی ساکوں روپئے ڈسدے اورہے بیلے بو ٹے کا ہی

**اجماعِ اُمت:** روح کی تخلیق کی تقدیم پر محمد بن نصر اور ابنِ حزم نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ ابنِ مندہ نے عمرو بن منبہ سے مرفوعاً روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بندوں کی روحوں کو بندوں سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا تو جنہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا وہ مل گئیں اور جنہوں نے نہ پہچانا وہ مختلف ہو گئیں۔ نیز یہ کہ ذریت آدم کو ان کی پشت سے نکالنے والی احادیث، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو قیامت تک پیدا ہونے والی ذریت آپ کی پیٹھ سے نکل آئی۔

حاکم نے اِسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ نیز حاکم نے ابن بن کعب سے "اِذْاَخَذَ رَبُّکَ مَنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا کہ: اللہ تعالیٰ نے اِن سب کی ارواح کو نکالا، اِن کی شکلیں بنائیں، قوت گویائی عطا فرمائی تو انہوں نے گفتگو فرمائی اور اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کر لیا۔[40]

---

[40]) المستدرک علی الصحیحین، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الأعراف، رقم الحدیث354/2، 3255، دار الکتب العلمیۃ بیروت

**فائدہ:** روح اگرچہ ایک ہی جنس ہے تاہم اپنے اوصاف کے لحاظ سے مختلف ہے، ہر قسم کی روح اپنی ہم طبع سے محبت رکھتی ہے اور مخالف سے نفرت کرتی ہے۔

حکایتِ ذیل میں اس کی تصدیق ہوتی ہے، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت تھی جو قریش کی عورتوں کے پاس آتی اور انہیں ہنساتی تھی، جب ہجرت کر کے مدینہ آئی تو میرے پاس آئی، میں نے پوچھا کہاں ٹھہری ہو؟ کہا کہ مدینہ میں فلاں ہنسانے والی عورت کے ہاں جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لائے تو دریافت کیا کہ کیا فلاں ہسانے والی عورت تمہارے پاس ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ کس کے یہاں ٹھری ہے؟ میں نے کہا فلاں ہنسانے والی عورت کے پاس۔ آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ روحوں کا بھی ایک لشکر ہوتا ہے جن کا تعارف ہوتا ہے وہ مل جاتی ہیں اور جن کا تعارف نہیں ہوتا وہ نہیں ملتیں۔

اسی کو عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا ہے:

همجسن با همجنس با پرواز　　　کبوتر با ز کبو تر باز

## خوش قسمت اہلسنت

دنیا میں بیشمار مذاہب پھیلے ہوئے ہیں، ان میں اہلسنّت کو یہ دولت نصیب ہوئی ہے کہ انبیاء وصحابہ واولیاء اور اہلسنّت سے محبت و عقیدت (فطرتًا) ہے۔ یہ اسی کا کرشمہ ہے کہ الحمد للہ اہلسنّت عالمِ ارواح میں انبیاء واولیاء اور اہل بیت وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ تھے تو آج دنیا میں اِن سے محبت وعقیدت ہے، یہ اِسی عالمِ ارواح میں رجاقت کی علامت ہے اور پھر اِن شاءاللہ برزخ و آخرت اور بہشت میں بھی ان کے ساتھ ہوں گے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے "المرء من احب"[41]

اور جنہیں آج دنیا میں ان حضرات سے محبت ہے ہی نہیں بلکہ ان کے عداوت واطوار اور ان سے بغض وعداوت کی نشاندہی کرتے ہیں اگرچہ بعض ان کے بھی محبت کا دم بھرتے ہیں تو وہ محض دعویٰ ہی ہے اور بس۔

**امام غزالی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عالمِ ارواح میں مکالمہ:** متعدد کتب مثلاً روح البیان وغیرہ میں یہ واقعہ موجود ہے مخالفین نے بھی اسے شائم امدایہ[42] میں نقل کیا ہے، چنانچہ تفریح الخاطر میں ہے:

> نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے شبِ معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی تو اُنہوں نے مرحبا کہنے کے بعد عرض کیا، آپ نے فرمایا ہے میری امت کے علماء نبی اسرئیل کی طرح ہیں، میری خواہش ہے کہ آپ کی امت میں سے کسی ایک عالم کی روح حاضر کی

---

41) المعجم الكبير للطبرانی، عاصم بن أبي النجود عن زر، رقم الحديث 69/8، 7358، مكتبة ابن تيمية القاهرة

42) شائم امدادیہ ترجمہ اردو نفحات مکیہ، حصہ دوم، ترجمہ ملفوظ از رسالہ امداد الصادقین، ص134، قومی پریس لکھنؤ

جائے تا کہ وہ مجھ سے کچھ گفتگو کرے۔ نبی کریم ﷺ نے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے حاضر کیا، دونوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نام پوچھا انہوں نے عرض کیا: محمد بن محمد الغزالی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں نے تو صرف تیرا ہی نام پوچھا تھا تیرے باپ دادا کا نہیں۔ حضرت امام غزالی نے جواب میں عرض کیا: جس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ کے بارے میں فرمایا تھا: اے موسیٰ! تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو آپ نے جواب میں اس طرح کیوں عرض کیا تھا یہ میرا عصا ہے میں (تھک کر) اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور بھی کام ہیں۔ کیا آپ کا یہ میرا عصا ہے، کہنا کافی نہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب میں فرمانے لگے: جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو مین نے جان لیا کہ وہ ظاہر وپاشیدہ تمام کا جاننے والا ہے، یہ سوال صرف مجھے ہم کلامی سے مانوس کرنے کے لئے ہے تو میں نے مقتضی حال ومقام کے مطابق اور لذت اورانس حاصل کرکے لئے کلام کو لمبا کر دیا۔ (43)

**حضور ﷺ کا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن پر قدم:** تفریح الخاطر میں ہے کہ جب حضور ﷺ براق پر سوار ہوئے: فضرب النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یدہ علیٰ رقبۃ البراق، ججرح البراق فرحاً حتی لم یسع جسدہ روحہ و نمیٰ اربعین ذراعاً من جرحہ و توقف جی رکوبہ الحظۃ لحکمۃ خفیۃ اذلیۃ سیدی! ضع قدمل علیٰ رقبتی وارکب، فوضع النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قدمہ علیٰ رقبتہ ورکب، فقال: قدمی علیٰ رقبتک وقدمک علیٰ رقبۃ کل اولیاء اللّٰہ تعالیٰ۔

یعنی حضور ﷺ براق پر سوار ہوئے تو براق سواری خوشی سے نہ سماتی تھی اور خوشی سے اس کا جسم چالیس ہاتھ بڑھ گیا۔ آپ نے حکمتِ ازلیہ کی بنا پر سوار ہونے میں کچھ توقف کیا، اِدھر حضور غوثِ اعظم کی روح نے حاضر ہو کر عرض کیا آقا اپنا قدم مبارک میری گردن پر

---

[43]) تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، المنقبۃ الاولی، فی وضع قدم المصطفیٰ ﷺ علی رقبتہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، ص13،14، مطبوعۃ مصر

رکھ کر سوار ہو جایئے۔ نبی پاک ﷺ اپنا قدم مبارک گردن پر رکھ کر سوار ہو گئے اور فرمایا: میرا قدم تیری گردن پر اور تیرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہو گا۔

اے برادر! تو شبِ معراج میں غوثِ پاک ﷺ کی روح کے حاضر ہونے کے انکار و تعجب سے بچ کیونکہ اسی رات دوسری روحوں کا حضور بھی وقوع پذیر ہوا جو احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔(44)

**عالم ارواح میں آدمی:** شبِ معراج کے علاوہ متعدد روایات میں ہے کہ عالمِ ارواح میں آدمی کی روحیں مختلف اُمور میں مشغول پائی گئیں ان کی تفصیل فقیر نے اپنی تصنیف "الفتوح فی ماجی الروح" میں عرض کی ہے۔ ایک روایت بانقل امام احمد رضا محدّث بریلوی قدس سرہ ملاحظہ ہو: ابن جریر وابن ابی حاتم وابو لعلی وابن مردویہ و بیہقی وابن عساکر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث طویل معراج میں راوی، حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ثم صعدت إلى السماء السابعة. فإذا أنا بإبراهيم الخليل مسنداً ظهره إلى البيت المعمور (فذكر الحديث إلى أن قال) وإذاً بأمتي شطرين شطر عليهم ثياب بيض كأنها القراطيس، و شطر عليهم ثياب رمد. فدخلت البيت المعمور ودخل معي الذين عليهم الثياب البيض و حجب الآخرون الذين عليهم ثياب رمد وهم على خير. فصليت أنا ومن معي من المومنين في البيت المعمور. ثم خرجت أنا و من معي۔۔۔۔۔۔(الحديث)

یعنی پھر میں ساتویں آسمان پر تشریف لے گیا، ناگاہ وہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ ملے کہ بیت المعمور سے پیٹھ لگائے تشریف فرما ہیں اور ناگاہ اپنی امت دو قسم پائی، ایک قسم کے سپید کپڑے ہیں کاغذ کی طرح اور دوسری قسم کا خاکستری لباس۔ میں بیت المعمور کے اندر تشریف لے گیا اور میرے ساتھ سپید پوش بھی گئے، میلے کپڑوں والے روکے گئے مگر ہیں وہ بھی خیر و خوبی پر۔ پھر میں نے اور میرے ساتھ کے مسلمانوں نے بیت المعمور میں نماز پڑھی، پھر میں اور میرے ساتھ والے باہر آئے۔

ظاہر ہے کہ جب ساری امت مرحومہ بفضلہٖ عزوجل شریف باریاب سے مشرف ہوئی یہاں تک کہ میلے لباس والے بھی تو حضور غوث الوریٰ اور حضور کے منتسبان باصفا تو بلاشبہہ ان اجلی پوشاک والوں میں ہیں، جنہوں نے حضور رحمت عالم ﷺ کے ساتھ بیت المعمور میں جاکر نماز پڑھی۔" والحمد لله رب العالمين"

اب کہاں گئے وہ جاہلانہ استبعاد کہ اج کل کے کم علم مفتیوں کے سدراہ ہوئے اور جب یہاں تک بحمد اللہ ثابت تو معاملۂ قدم میں کیا وجہ انکار ہے کہ قولِ مشائخ کو خواہی نخواہی رد کیا جائے۔ ہاں سند محدثانہ نہیں۔۔۔۔ پھر نہ ہو۔۔۔ اسی جگہ اسی قدر بس ہے۔ سند

---

(44) تفريح الخاطر في مناقب الشيخ عبد القادر. المنقبة الاولى. ص 24۔25. سنى دار الاشاعت علويه رضويه فيصل آباد

معنعن[45] کی حاجت نہیں، کما بینا فی رسالتنا"ھدی الحیران فی نفی الفئی عن سید الأ کوان"(جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ"ھدی الحران فی نفی الفئی عن سیّد الا کوان"میں اسے بیان کیا ہے)

امام جلال الدین سیوطی ن"منا ھل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء"میں مرثیہ امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ "بأبي أنت وأمي یا رسول اللّٰہ"(یعنی یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں) کی نسبت فرماتے ہیں: لم أجدہ فی شیئ من کتب الحدیث الأثر (إلیٰ قولہ) بالأحکام۔[46]

**توضیح الحدیث:** اس حدیث شریف کے نقل کرنے کا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا مقصد یہ ہے کہ عالمِ ارواح میں آدمی موجود تھا اور کسی کام میں مشغول تھا، حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسول ﷺ میں شبِ معراج اپنا کاندھا پیش کیا، اس کا کسی منکر غوثِ جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کیا تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ دلائل دیتے ہوئے یہی حدیث پیش فرمائی کہ عالمِ ارواح میں تو نہ صرف غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح موجود تھی بلکہ جملہ ارواح موجود تھے کہ بیت المعمور میں حضور سرورِ عالم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کا شرف پایا۔ ان میں حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خواص و مریدین کے ساتھ بھی تھے۔

اس کی مزید تحقیق و تفصیل فقیر کے رسالہ "غوث اعظم عالم ارواح میں" یا دوسرا رسالہ "قدم النبی علی رقبۃ الغوث الجلی" میں پڑھئے۔

**آدمی عالم مثال میں:** آدمی کو بندر کی اولاد کیسے بنایا جا سکتا ہے جبکہ تمام آدمیوں کو زمین پر بسنے سے پہلے کئی عوامل بالا سے گزرنا پڑا، ان میں عالمِ ارواح بھی ہے جس کی تفصیل ابھی گزری ہے اور آدمی کو عالمِ مثال میں بھی کافی وقت گزرا ہے اور اس عالم میں بھی اس کے کئی طور طریقے ہوں گے۔ مندرجہ ذیل دو حکایتوں سے اندازہ لگائیے:

1) سیدّنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طوافِ کعبہ میں مشغول تھے، ایک سن رسیدہ بزرگ بھی طواف کر رہے تھے، انہوں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا"من انت"یعنی تو کون ہے؟ عرض کی علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس نے پھر پوچھا"من علی" یعنی علی کون ہے؟ آپ نے کہا ابن ابی طالب ابن عبد المطلب بن ہاشم، اس نے اس پر بھی سوالیہ انداز میں وہی کہا بالآخر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر میں بیان کیا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہوں، اس نے اس پر یہی کہا کہ آدم کون؟ اس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیران ہوئے کہ نامعلوم بابا کون ہے؟ اس بابا نے خود فرمایا کہ اس آدم سے پہلے ایک سو انیس آدم گزرے ہیں انہیں میں سے ہوں۔(فتوحاتِ مکیہ شریف ملخصاً)

---

45) ایسی روایت جس میں ایک راوی دوسری سے "عن فلان" کے لفظ سے روایت کرے۔

46) فتاوی رضویہ، فتاوی کراماتِ غوثیہ، 28/425-426، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ لاہور۔

2) تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک کنوئیں میں دیکھا تو آواز آئی کون ہے؟ آپ نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام، اس نے پوچھا کون سا موسیٰ، تیرے جیسے کئی موسیٰ نام والے آئے، جب واپس آئے گا تو پہلے سے زیادہ حسین و خوشبو دار ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ مردے کو عطر و مشک سے معطر کیا جاتا ہے اور ایک ایک کنکری پھینک کر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ کنواں کنکریوں سے پُر ہے۔

**فائدہ:** ایسے واقعات بیشمار ہیں اور وہ عالمِ مثال سے معمور ہیں اور عالمِ مثال میں ارواح ایسی شکل سے مشکل تھیں جس شکل میں اب ہم ہیں۔ یہی حال عالمِ ارواح کا ہے اور زمین پر آنے پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ (قدرت) سے خود تیار فرمایا اور اسی شکل پر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو متشکل فرمایا اس میں بندر کو گھیسڑ یا بندر سے عشق بازی تو ہو سکتی ہے لیکن حقیقت سے اسے کوئی تعلق نہیں، ہاں جس دور میں ڈارون نے یا دوسرے سائنسدانوں نے ہڈیاں، ڈھانچے اور تصویریں، مجسمے دیکھ کر قیاس آرائیاں کی ہیں، وہ جنات کے متعلق ہو سکتا ہے کیونکہ اسی دور میں حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کی اولا عالمِ ارواح میں تھی، ان کا زمین پر ہونے کا تصور تک نہ تھا ہاں جنات کی زمین پر شرارتیں بڑھ گئیں تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بسانے کا پروگرام بنا اور اس کی تفصیل قرآن حدیث میں موجود ہے، فقیر مختصراً عرض کرتا ہے۔

**تخلیقِ آدم:** جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو مٹی کا الہام ہوا کہ تجھ سے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ پیدا ہونے والے ہیں، ان میں بعض تو فرمانبردار ہوں گے جو بہشت میں داخل ہوں گے اور بعض نافرمان جو دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔ زمین نے عرض کیا مجھ سے بھی نافرمان پیدا ہوں گے اور وہ دوزخ کے بھی مستحق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے حکم ہوا ہاں ایسے ہی ہو گا یہ حکم سن کر زمین روئی جس سے چشمے بہہ نکلے جو قیامت تک جاری رہیں گے۔

**آدم علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ:** اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ جا کر زمین کے چار گوشوں سے سیاہ، سرخ، سفید، اطیب، اخبث، نرم، سخت، پہاڑی ہر قسم کی مٹی لے آؤ۔ حضرت جبریل علیہ السلام زمین سے مٹی اُٹھانے لگے تو زمین نے کہا تجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے تجھے میرے ہاں بھیجا مجھ سے ذرہ برابر مٹی نہ اُٹھانا کیونکہ بادشاہ کے قرب میں اگرچہ بے شمار منافع ہیں لیکن اس سے خطرات بھی بہت ہیں جیسے کہ کہا گیا ہے:

بدریا در منافع بیشار است  اگر خواہی سلامت درکنا راست

یعنی دریا میں بیشمار منافع ہیں، اگر سلامتی چاہت ہو تو کنارے پر رہو۔

حضرت جبریل علیہ السلام خالی لوٹے اور بارگاہِ لایزل میں عرض کی کہ مجھے زمین نے تیری ذات کی قسم دی ہے اس لئے مٹی اٹھاتے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت میکائیل علیہ السلام کو بھیجا ان کے ساتھ بھی زمین نے وہی کہا حضرت جبریل علیہ السلام سے کہا تھا، وہ بھی خالی واپس آگئے اور حضرت جبریل علیہ السلام کی طرح معزرت کی۔ پھر حضرت اسرافیل

علیہ السلام کو روانہ کیا گیا اس سے بھی زمین نے وہی التجا کی۔ وہ بھی خالی واپس آئے اور جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کی طرح معذرت کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ملک الموت علیہ السلام کو حکم فرمایا وہ جب مٹی اُٹھانے لگے تو زمین سے کہا میں تجھے اس ذات کا واسطہ دیتی ہوں جس نے تجھے مجھ سے مٹی اُٹھانے کے لئے بھیجا مجھ سے مٹی نہ لے جا کہ اس سے ایسی مخلوق پیدا ہو گی، جو اپنے مالک کی نافرمان ہو کر دوزخ کا ایندھن بنے گی۔ حضر عزرائیل علیہ السلام نے کہا میں تجھے اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں کہ میں تجھ سے مٹی ضرور اُٹھاؤں گا تا کہ مجھے نافرمانوں میں شمار نہ کیا جائے۔ حضرت عزارئیل علیہ السلام نے یہ کہہ کر زمین کے چار گوشوں سے چالیس گز برابر مٹی اُٹھالی۔ زمین کے مختلف رنگوں کی وجہ سے نبی آدم کے بھی مختلف رنگ ہیں کہاں میں بعض سفید، بعض سیاہ، بعض سُرخ، بعض نرم اور بعض سخت ہیں۔

**فائدہ:** اس کا مٹی کا ہر ذرّہ ہر انسان کا اصل بدن ہو گیا جس جگہ سے جس انسان کی مٹی کا ذرہ لیا گیا وہاں ہی وہ مدفون ہو گا۔ مٹی لے کر حضرت عزرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عزارئیل! کیا تمہیں زمین کی فریاد سے رحم نہ آیا۔ عرض کی "الٰہی تیرے فرمان کے آگے اس زاری کا کیا حق تھا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب آدم کی اولاد کی ارواح قبض کرنے پر تجھے مامور کرتا ہوں۔

**میت کو خوشبو لگانے میں حکمت:** روضۃ العلماء میں ہے کہ زمین نے شکایت کی یااللہ! مٹی اُٹھانے سے تو مجھ میں کمی آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: گھبرا ؤمت، تجھ میں جب واپس آئے گا تو پہلے سے زیادہ حَسین وخوشبودار ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ مردے کو عطر ومشک سے معطر کیا جاتا ہے۔

پھر عزرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس کی نصف کو دوزخ اور نصف کو جنت میں ڈبو کر وادی نعمان جو مکہ و طائف کے درمیان ہے، جا کر رکھ دو۔ اللہ تعالیٰ نے حسبِ منشاء اس مٹی کو وہاں رکھا۔ بعد ازاں اِسے وہاں سے نکال کر اس پر ابر کرم کی بارش برسائی جس سے اس مٹی کا لیس دار گارا بن گیا۔ اس سے حضرت آدم علیہ السلام کا جسم تیار کیا گیا۔

**فائدہ:** حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ آسمانِ دنیا میں پیدا ہوئے، بعض کہتے ہیں کہ زمین کے باغات میں سے ایک باغ ہے جو ایک عزت والا مکان ہے جس سے دریائے نیل جاری ہوتا ہے، اسی طرح دیگر نہریں، لیکن اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ جنتِ عدن میں پیدا کئے گئے، پھر وہاں سے نکالے گئے۔

**حدیثِ قدسی:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کو اپنے ہاتھ سے خمیر کیا اور پھر اِسے چالیس سال تک چھوڑے رکھا (یا درہے) کہ اس عرصہ کا ایک دن دینوی سالوں کے یک ہزار سال کا تھا، یہاں تک کہ وہ خشک ہو کر صلصال ہو گیا، "صَلصَال" اس مٹی کو کہتے ہیں جو نہایت خشک ہو کر ٹھیکری کی طرح بجے، پھر اس پر انتالیس سال غم کا مینہ برسایا، بعد ازاں صرف ایک سال راحت س سرور کی بارش ہوئی، یہی وجہ ہے کہ نبی آدم کو غم والم گھیرے ہوئے ہوتے ہیں لیکن ان کا انجام سرور پر ہوتا ہے، جیسا کہ مقولہ مشہور ہے:

ان مع العسر یسر ش قفاست　　　شاد بر انم کہ سلامت خداست

یعنی آغاز کا انجام ہوتا ہے　　　اور ہر دکھ کا آرام ہوتا ہے۔

**فائدہ:** ملائکہ ان کے پاس سے گزرے، ان کی اچھی صورت اور بلند قامت دیکھ کر تعجب کرتے کیونکہ ان کا قد پانچ سو گز کا تھا(واللّٰہ تعالیٰ اعلم) لمبا تھا کہ آدم کا سر آسمان کو مس کرتا تھا اور اس سے قبل اُسی جیسی شکل اُنہوں نے دیکھی نہیں تھی۔

**ابلیس کی شرارت:** ایک روز ابلیس کا بھی گزر ہوا، دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ کس وجہ سے پیدا ہوا ہے اپنا ہاتھ ان کے جسم پر مارا تو کھوکھلا معلوم ہوا، اس کے اندر گھس گیا اور پیچھے سے نکل آیا اور اپنی جماعت (وہ ملائکہ جو اس وقت اس کے ساتھ تھے) سے کہنے لگا یہ (آدم) کھوکھلا پیدا کیا گیا ہے فلہٰذا یہ کسی بات پر ثابت قدم نہ رہ سکے گا۔ اب مجھے بتاؤ اگر اسے تم سے افضل بنایا گیا تو تم کیا کروگے؟ انہوں نے کہا: ہم اپنے مالک کا فرمان مانیں گے۔ ابلیس ملعون نے اپنے دل سے کہا: اگر اسے مجھ سے افضل بنایا گیا تو میں اس کے تابع نہیں رہوں گا۔(اگر اسے میری فرمانبرداری میں دیا گیا تو ذلیل کروں گا)

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود　　　گرچہ با آدمی بزرگ شود

یعنی بھیڑیا کا بچہ کار بھیڑیا ہوتا ہے اگرچہ وہ انسان کے ساتھ بڑا ہو۔

پھر اپنی تھوک جمع کر کے مقامِ ناف (آدم علیہ السلام) پر ڈال دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ اس تھوک کو ناف سے کُرید لیں۔

**انسان کی ناف سے کتے کی پیدائش:** ناف کی گہرائی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے مقامِ ناف (آدم علیہ السلام) سے مٹی کریدنے کی وجہ سے ہے۔ پھر اس کریدی ہوئی مٹی سے کتے کو پیدا کیا گا۔ اسی لئے کتے میں تین عادتیں پائی جاتی ہیں:

1) آدمی سے مانوس اس لئے ہے کہ آدم علیہ السلام کی مٹی سے اس کی پیدائش ہوئی۔
2) رات بھر اس لئے بیدار رہتا ہے کہ مٹی کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے چھوا۔
3) اس کا انسان وغیرہ کو کاٹنا اور دیگر شرارتیں کرنا شیطان کے تھوک کا اثر ہے۔

**فائدہ:** حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ والے دن عصر کے بعد پیدا کیا گیا۔

**حضرت آدم علیہ السلام کی تسمیہ اور روح کا داخلہ:** حضرت آدم علیہ السلام کو اس نام سے اس لئے موسوم کیا گیا کہ ان کی ترکیب "ادیم الارض" یعنی زمین کے مختلف رنگوں سے ہے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ نے نفخ روح کا ارادہ فرمایا تو روح کو حکم فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے اندر داخل ہو جا۔ روح نے عرض کی الٰہی یہ جگہ نہایت گہری اور بہت تاریک مکان ہے، دوسری بار حکم ہوا تو اس نے پھر وہی معذرت کی،

تیسری بار جب حکم ہوا تب بھی وہی کہا۔[47]

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ پھر نورِ محمدی ﷺ حضرت آدم علیہ السلام میں وَدِیْعَت(عطا) رکھا گیاتوروح خود بخود جسمِ آدم میں داخل ہوگئی۔[48]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلا رضا(مجبوراً) داخل ہو رہی ہے تو پھر نکلنے میں سخت دشواری ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ جب روح نکلتی ہے تو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ جب نفخِ روح کیا گیاتو پہلے سر اور پیشانی اور دونوں کانوں اور زبان میں پہنچی، پھر تمام جسم میں پھیلنے لگی یہاں تک کہ قدموں تک پہنچی تو آگے کوئی راہ نہ تھی، واپس ناک کے سوراخوں سے نکلی تو حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" آدم علیہ السلام نے کہا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا "يَرْحَمُكَ اللّٰهِ" (اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے۔)۔ جب روح گھٹنوں کے اندر داخل ہوئی تو حضرت آدم علیہ السلام نے چلنے کو چاہا، لیکن چل نہ سکے۔ جب روح قدموں میں پہنچی تو چلنے لگے (حضرت آدم علیہ السلام کی عجلت کو دیکھ کر) باری تعالیٰ نے فرمایا " خُلِقَ الإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ "(انسان جلد باز پیدا کیا گیا) اسی سے پورا بشر ہوا، جس میں گوشت، خون، ہڈیاں، عصب، آنتیں وغیرہ جمع کئے گئے، پھر ان کو ناخنوں کی طرح کا ایک لباس پہنایا جس سے حضرت آدم علیہ السلام کے حسن میں روز بروز اضافہ ہو تا گیا، اسی سے ملبوس تھے اور اسی سے ان کا تاج تھا۔[49]

**حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں نو دروازے:** اُن میں سات دروازے تو ان کے سر میں رکھے گئے(1،2) دو کان جن سے کلام سنیں(3،4) دو آنکھیں جن سے اشیاء کو دیکھیں(5،6) ناک کے دو سوراخ جن سے ہر بُو دار شئے کو سونگھیں۔ منہ میں زبان ہے جس سے بولیں(7) حلق کا باب ہے کہ جس سے ہر شئے کا ذائقہ محسوس ہو۔(8،9) دروازے دیگر جسد میں یعنی قُبل دُبر کہ جس سے طعام کا فضلہ خارج ہو، عقل کو دماغ میں حرص کو رانوں میں اور غضب کو جگر میں اور شجاعت کو قلب میں اور رغبت کو حلق میں اور ضحک(ہنسی) کو طحال میں، خوشی و غم کو منہ میں رکھا گیا، پاک ہے وہ ذات جس نے ہڈی کو سننے کی اور چربی کو دیکھنے کی اور گوشت کو بولنے کی اور خون کو پہچاننے کی طاقت بخشی۔

**حضرت آدم علیہ السلام کا علم:** جب حضرت آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کی تکمیل ہو گئی تو انہیں تمام اشیاء کے اسماء کا علم دیا یعنی اسماء کے علم ان کے دل پر الہام کیا، پھر بات بھی زبان پر ظاہر ہوئی۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جمیع لغات کے تمام مسمیات کے اسماء سکھا دیئے۔ بایں معنی کہ جس جنس کو جس طرح پیدا فرمایا اس کو سامنے لا کر فرمایا اس کا نام گھوڑا ہے، اس کا نام اُونٹ وغیر وغیرہ، ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ ان کو فلاں منوفع دینیہ و دینویہ کے لئے پیدا فرمایا گیا ہے اور تمام ملائکہ کے اسماء

---

[47] تفسير روح البيان، سورہ البقرہ، آیت31، 98/1تا100، دار إحياء التراث العربي، بيروت

[48] ملخصاً تفسیر نعیمی، سورۃالبقرہ، آیت 30، 226/1، مکتبہ اسلامیہ، 40-اردو بازار، لاہور

[49] تفسير روح البيان، سورہ البقرہ، آیت31، 100/1، دار إحياء التراث العربي، بيروت

بتائے اور تمام (اولادِ آدم) کے اسماء اور اسی طرح جمیع حیوانات و جمادات کے اسماء بتائے اور ہر کاریگری، تمام شہروں اور بستیوں کے نام اور تمام پرندوں اور درختوں کے نام اور ان سے جو ضروریات پوری ہوں گی وغیرہ، اور ہر ذی روح شئے جو بھی قیامت تک پیدا ہوگی، ہر معلوم اور ہر مشروب کے اسماء اور بہشت کی ہر نعمت کا نام یہاں تک کہ پیالہ اور تھال اور ٹب کے اسماء بتائے۔[50]

**حدیث شریف:** جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اس میں حروف کے اسرار کو پھیلا دیا جبکہ فرشتے اس بات سے محروم رہے۔ پھر حروف حضرت آدم علیہ السلام کی زبان سے فنونَ الغات خارج ہوتے۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ان حروف کی صورتیں بنا دیتا جو مختلف اشکال میں متشکل ہو کر ان کے سامنے آجاتے۔

**حدیث شریف:** حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ لغت سکھائی گئیں۔ جب شجرِ ممنوعہ دکھایا تو لغتِ عربیہ کے سوا باقی تمام لغتیں سلب ہو گئیں، پھر جب انہیں نبوت عطا ہوئی تو تمام لغات لوٹا دی گئیں۔ یہ ان کا معجزہ تھا کہ قیامت تک ان کی اولاد جتنی لغات بولے گی سب حضرت آدم علیہ السلام جانتے اور بولتے بھی تھے، عربي، فارسی، رومی، سریانی، یونانی، عبرانی، زنجی وغیرہ۔[51] (مزید تفصیل فقیر کی تفسیر اُویسی میں ملاحظہ ہو)

**فائدہ:** تخلیق حضرت آدم علیہ السلام کے بعد تخلیق آدمی بھی سمجھ لیں تاکہ ڈارون کے غلط نظریہ کی خوب تردید ہو۔

**تخلیق آدمی:** ابی عبد الرحمنٰ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے جو صادق اور مصدق ہیں فرمایا بیشک تم میں سے ہر ایک کی خلقت اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ کی صورت میں جمع کی جاتی ہے، پھر وہ نطفہ جما ہوا خون بن جاتا ہے اور اس پر بھی چالیس دن گزرتے ہیں، پھر وہ خون گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے اور اس پر بھی چالیس دن گزرتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ رحم میں فرشتہ جو اس پر موکل ہے بھیجتا ہے وہ اس میں اس کے بعد کہ تمام انسانی اعضاء اور نقوش بن جاتے ہیں، روح پھونکتا ہے اور اس کو اس کے لئے چار باتوں کے لکھنے کا حکم ہوتا ہے، اس کا رزق اور اس کی اجل اور اس کا عمل اور یہ کہ وہ بدبخت، پس قسم ہے اس ذات کی کہ نہیں ہے معبود سوائے اس کے بیشک تم میں سے کوئی ایک عمل کرتا ہے جنتیوں کے سے یہاں تک کہ نہیں ہوتا اس کے اور جنت کے درمیان فاصلہ مگر ایک ہاتھ کا پس وارد ہوتی ہے اس پر کتاب پس وہ عمل کرتا ہے دوزخیوں کے پس وہ داخل ہوتا ہے وہ دوزخ میں اور بیشک تم میں سے کوئی ایک عمل کرتا ہے دوزخیوں کے سے یہاں تک اس کے اور دوزخ کے درمیان فاصلہ مگر ایک ہاتھ کا پس وارد ہوتی ہے اس پر کتاب پس وہ عمل کرتا ہے اہلِ جنت کے پس وہ داخل ہوتا ہے جنت میں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے) [52]

---

[50]) تفسیر روح البیان، سورہ البقرہ، آیت31، 100/1، دار إحیاء التراث العربي، بیروت

[51]) تفسیر روح البیان، سورہ البقرہ، آیت31، 98/1تا100، دار إحیاء التراث العربي، بیروت

[52]) صحیح مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن أُمه وکتابة رزقه وأجله، رقم الحدیث 6618۔ص1301، دار الفکر بیروت

چونکہ اس حدیث شریف میں ڈارون کا مکمل رد ہے اسی لئے ضروری ہے کہ فقیر اس کی تشریح وتوضیح کردے تاکہ یقین ہو کہ ہم الحمد اللہ سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور جسے بندروں سے رشتہ کی خواہش ہے وہ بیشک اپنا شوق پورا کرے۔

**شرح الحدیث:** حدیث میں ہے "یُجْمَعُ" مجہول کے وزن پر پڑھا گیا ہے، اس کے معنی جمع کیا جاتا ہے اور جمع کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے "خلقه فی بطن امه اربعین یوما" اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی خلقت کے پانی کو کہ وہ منی ہے جس سے وہ اس کے پیدا کرے گی اس کی ماں کے پیٹ میں اکٹھا کرتا ہے اور اس کی مدتِ حمل کے پورا ہونے تک حفاظت کرتا ہے "ثم یکون فی دللک علقة" وہ نطفہ علقہ ہوتا ہے۔ "علقه" جمع شدہ خون کو کہتے ہیں۔ "ثم یکون فی دللک مضغة" یعنی پھر ہو تھوڑا سا گوشت ہوتا ہے یعنی اس کا قدر اس چیز کے برابر ہوتا ہے جس کو چبایا جا ہے، "مثل ذلک" مثل اس کی، یعنی علقه اور مضغة پر بھی نطفہ کی طرح چالیس چالیس ایام گزرتے ہیں۔ پس مذکورہ تین چلوں کے بعد یعنی ایک سو بیس دنوں کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی صورت یعنی منہ اور کان اور آنکھ اور انتڑیاں اور اس کے سوا تمام جاتی اعضاء بناتا ہے۔ پھر جب اس کی خلقت ایک سو بیس دنوں میں جس کی مدت چار ماہ ہوتی ہے پوری ہوتی ہے تو "یرسل الملک" تو بھیجا جاتا ہے فرشتہ جو مؤکل ہے۔

**فائدہ:** ابنِ یونس وغیرہ نے فتویٰ دیا ہے کہ عورت کے لئے مانعِ حمل ادویات کا استعمال کرنا منع ہے، اس کا ذکر اس نے عجالہ میں کیا۔ (عجالہ ایک کتاب کا نام ہے) "نفخ فی السروح" جمہور متکلمین نے کہا روح جسم لطیف ہے جو بدن کے ساتھ اس طرح ملا ہوا ہے جس طرح سبز لکڑی کے ساتھ پانی ملا ہوتا ہے اور ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ وہ عرض یعنی حیات ہے جس کے وجود سے بدن زندہ ہوتا ہے اور وہ اہلسنّت کے نزدیک باقی فنا نہیں ہوتی۔ "باربع کلمات" یعنی وہ فرشتہ چار کلمے لکھتا ہے۔ یہ معنی حضور ﷺ کے قول "بکتب" جو بائے موحدہ کے ساتھ ہے، واضح ہوتا ہے۔ "رزقه" رزق اس چیز کا نام ہے جس کو آدمی اپنی منفعت کے واسطے لیتا ہے خواہ وہ کھانے پینے کی چیز ہو یا پہننے کی یا اس کے سوا کوئی اور چیز ہو قلیل ہو یا کثیر حلال ہو یا حرام "واجله" اجل وہ زمانہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی موت کے لئے مقرر کیا ہے یا اجل اس کی مدتِ حیات یا مدتِ بقا کا نام ہے "وعمله" یعنی اس کا نیک یا بد عمل "وشقی" یعنی وہ بدبخت ہو گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا "اوسعید" یعنی وہ نیک بخت ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس معنی سے کاتب ہے کہ وہ فرشتے کا کتابت کا حکم دیتا ہے اور یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فارغ ہو گیا چار چیزوں کے لکھنے سے۔ خلق سے، رزق سے، اجل سے، خلق سے (خَلق) فاء کے فتحہ کے ساتھ، زکوٰۃ اور انوثہ کو طرف اشارہ ہے اور اس کے ضمیر کے ساتھ دعادت اور شقاوت (سختی) کی طرف، حدیث سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو لکھنے کا حکم اس کے سوال کرنے سے قبل دیا ہے اور جو صحیح حدیثیں ابنِ مسعود اور ابن عمر سے مروی ہیں، ان میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب نطفہ ماں کے رحم میں قرار پکڑتا ہے تو فرشتہ اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کرتا ہے اے رب! یہ مذکر ہے یا مؤنث، بدبخت ہے یا نیک بخت، اس کی اجل کیا ہے

اور یہ کہاں مرے گا؟اس کو کہا جاتا ہے "ام الکتاب" یعنی لوحِ محفوظ میں جا کر دیکھ اس نطفہ کا حال تو وہیں لکھا ہوا پائے گا وہ فرشتہ اس کا حال ام الکتاب میں پاتا ہے، اس کے مطابق وہ پیدا ہونے کے بعد اپنا رزق کھاتا ہے اور جہاں اس کی موت لکھی جاچکی ہے وہاں چلا جاتا ہے پھر اس کی اجل آتی ہے اور اس کی روح قبض اور اس کی جگہ میں جو اس کے لئے مقدر ہو چکی تھی، دفن کیا جاتا ہے۔

**انتباہ:** جہاں اس حدیث میں ڈارون کا رد ہے یونہی وہابیوں، دیوبندیوں کے اس عقیدہ کی بھی خوب تردید ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو بھی علم نہیں اور نہ کسی ولی اللہ کو کہ ماں کے پیٹ میں بچہ ہے یا بچی وغیرہ وغیرہ۔اس صحیح حدیث میں ایک فرشتہ کا علم واضح ہے کہ وہ نہ صرف بچہ بچی ہونا جانتا ہے بلکہ اس کی تمام سوانح عمری کا علم ہے کہ اس کا کھانا پینا، لباس اور بودوباش، کب مرے گا، کتنا عرصہ زندگی بسر کرے گا اور دنیا میں زندگی میں کتنی نیکیاں کرے گا اور کتنی بُرائیاں پھر بدبخت ہو کر مرے گا یا نیک بخت۔یہ جملہ امور مکمل طور رفرشتہ جانتا ہے اور فرشتہ حضور ﷺ کے ادنیٰ غلاموں وخادموں میں سے ہے اور اس کی بزرگی اولیاء کاملین سے بھی بہت کم ہے اور یہی جملہ امور لوحِ محفوظ میں مندرج ہیں۔تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ "لوحِ محفوظ"۔

ڈارون کا نظریہ سراسر غلط ہے، اس نے جو کچھ سمجھا محض عقلی ڈھگوسلوں اور اٹکل پچو سے اور جن امور سے اس نے عقلی گھوڑے دوڑائے ان کے متعلق بھی ہم نے دلائل سے واضح کیا کہ جو ڈھانچے اور کھوپڑیاں اور ہڈیاں اور مجسمے ہزاروں سال پہلے آدمی کے سمجھے جارہے ہیں وہ اِن جنات کے ہوں گے جو زمین پر حضرت آدم علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے بستے تھے۔ابلیس (جبکہ وہ موحد مومن تھا) ملائکہ کی مدد سے ان جنات کو پہاڑوں اور غاروں وغیرہ میں مار بھگایا وہاں پر وہ مرے مٹے۔اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے اور اس کے متعلق ڈروان وغیرہ کو اختلاف نہیں۔

الحمدللہ فقیر نے اسلامی نظریہ اور اس کے دلائل مضبوط طریقے سے لکھے۔اللہ کرے اس سے اہلِ اسلام اور ڈارون سے متاثر حضرات کو فائدہ حاصل ہو اور فقیر کے لئے آخرت کا توشہ ہو۔

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہ